انجمن خدّامِ کعبہ

(تاریخ قیام اور مقاصد و خدمات)

مؤلّفہ

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری

یکے از مطبوعات

ادارۂ تحقیقاتِ افکار و تحریکاتِ ملّی

پاکستان

سلسلہ افکار و تحریکاتِ ملّی

کتاب : انجمن خدامِ کعبہ (تاریخ قیام اور مقاصد و خدمات)
مؤلف : ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری
ناشر : ادارۂ تصنیف و تحقیق پاکستان
9/1 علی گڑھ کالونی - کراچی ۴۱
طابع : المخزن پرنٹرز - پاکستان چوک کراچی ۱
قیمت : ۳۰/۰ روپے

ملنے کا پتہ

(۱)

مکتبہ رشیدیہ

مرار اسٹریٹ - پاکستان چوک - کراچی ۱

(۲)

مکتبہ شاہد

علی گڑھ کالونی - کراچی ۴۱

بہ تقریب

صد سالہ یوم پیدائش

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

وطن آبائی

دہلی مرحوم (پنڈت کا کوچہ)

سلامٌ علیٰ نجدٍ، ومن حلّ بالنجد

وطن مادری، مدینہ طیبہ

دارم دلے گرداں کہ من قبلہ نما می خوانمش   رو سوئے ابرویش کند ہر چند می گردانمش

ولادتِ باسعادت

ذوالحجہ ۱۳۰۵ھ مطابق اگست ۱۸۸۸ء

بمقام مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً وکرامۃ، محلہ قدوۃ، متصل باب السلام

بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ

وفاتِ حسرت آیات

۲ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء بروز ہفتہ

بہ مقام دہلی (دار الحکومت ہند)

آزاد نیشنل کمیٹی، پاکستان

فہرست

پیش لفظ — مؤلف — ۷

باب اوّل :

تاریخِ آغاز و قیامِ انجمن — ۹

باب دوم :

ضرورت و مقاصدِ انجمن — ۱۷

باب سوم :

نظامِ انجمن — ۲۳

باب چہارم :

حکومت کے شبہات اور عتاب — ۳۳

باب پنجم :

انجمن کا ترجمان — ۴۷

باب ششم :

خدمات — ۵۱

باب نہم :

اسبابِ ناکامی — ۵۹

ضمیمہ جات : — ۷۵

ضمیمۂ اول : تحریک خدامِ کعبہ کی کہانی ـــ شیدائی کعبہ کی زبانی — اقبال شیدائی — ۷۷

ضمیمۂ دوم : دستور العمل انجمن خدّام کعبہ — ۸۵

ضمیمۂ سوم : دستور العمل ـــ متن ثانی (اختلافات، محذوفات واضافات) — ۹۰

Scanned with CamScanner

ضمیمۂ چہارم : چند نادر و نایاب نظمیں		۹۵
خدمتِ کعبہ	کشّاف (علامہ شبلی نعمانی)	۹۶
انجمن خدامِ کعبہ	سید قمر الدین قمؔر سندیلوی	۹۷
شرکتِ جمعیتِ خدامِ کعبہ چاہیے	صبّؔر (محمد ایوب)	۹۸
ضمیمۂ پنجم : چند نادر خطوط		۹۹
۱۔ مولانا محمود حسن دیوبندی		۱۰۰
۲۔ مولانا عبید اللہ سندھی		۱۰۱
۳۔ اقبال شیدائیؒ		۱۰۱
۴۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی		۱۰۳

پیش لفظ

ولی اللّٰہی جماعت کی دیوبندی شاخ نے ۱۸۵۷ء کے تھوڑے عرصے بعد ہی احیاے ملت اور استخلاصِ وطن کی تحریک شروع کر دی تھی اور خارج میں جلد ہی اس کے برگ و بار بھی نمایاں ہونا شروع ہو گئے تھے۔ دار العلوم میں ثمرۃ التربیت (۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء) کا قیام حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (ف ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کی حیات مسعود کا واقعہ ہے۔ یہ گویا کہ نئے موسم میں تخم ریزی کا عملِ صالح تھا اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (ف ۱۹۲۰ء) کے عہد مبارک میں جمعیۃ الانصار (۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) کا قیام نشو و ارتقا کے دورِ انقلاب کا آغاز تھا۔

حضرت قاسم العلوم کے عمل صالح کی انقلابی روح کو اسی وقت محسوس کر لیا گیا تھا۔ جمعیۃ الانصار کے قیام سے جس دورِ انقلاب کا آغاز ہوا تھا اس کا اعتراف بھی نہ صرف دار العلوم میں بلکہ اس کے باہر بھی کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ احساس بھی ہو گیا تھا کہ کسی سیاسی انقلابی تحریک کے لیے حالات سازگار نہیں۔ لیکن جب کسی تخم کی خوابیدہ روح بیدار ہو جاتی ہے اور اپنے چہرے سے ردائے خاکی الٹ کر فرشِ زمین سے اپنا سر اٹھاتا ہے، تو پھر اس کی بیدار روح پر دوبارہ نوم و غفلت کی حالت طاری نہیں کی جا سکتی اگر اس کی بیداری و عمل کی راہ رک جاتی ہے تو وہ اپنے نشو و نماے حیات کے لیے اپنے ہی گرد و پیش سے سرو سامانِ حیات فراہم کر لیتا ہے۔ دہلی میں نظارۃ المعارف القرآنیہ (۱۹۱۳ء) کا قیام اسی سنتِ الٰہی کے مطابق تھا۔ انقلاب سیاسی کا جو بیج نئے موسم میں حضرت قاسم العلوم نے زمین کے سپرد کیا تھا، اور حضرت شیخ الہند کے دورِ حیات میں اس نے نوم و غفلت سے بیداری کی کروٹ لی تھی اور فرشِ زمین سے اپنا سر اٹھایا تھا، دورِ عُبَیدی و حُسَینی[1] میں اس کے انقلابی اثرات، نے اسلامیانِ ہند کی پوری سیاسی و سماجی اور مذہبی زندگی کا احاطہ کر لیا تھا۔

---

[1] امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رح (ف اگست ۱۹۴۴ء) شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی (ف دسمبر ۱۹۵۷ء)

ٹھیک اسی زمانے میں جب کہ مولانا عبید اللہ سندھی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے مشورے سے دہلی میں نظارۃ المعارف القرآنیہ کے قیام سے ایک نئے دور کا آغاز کر رہے تھے، اودھ کے مرکز لکھنؤ میں ملّی خدمت کے سفر کے لیے ایک اور کارواں کی ترتیب و تنظیم کا سروسامان ہو رہا تھا۔ تاریخ ملّی میں اس کارواں نے "انجمن خدام کعبہ" کا نام پایا ہے۔ یہ کتاب اسی کاروانِ ملّی کی ترتیب و تنظیم اور اس کے سفر کی داستان ہے۔

اس انجمن کی تاریخی اہمیت ہے۔ اس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے جماعتِ "حزب اللہ" کے اغراض و مقاصد کا اظہار اور اس کی تشکیل کا فیصلہ انجمن خدامِ کعبہ کے قیام و مقاصد کے اعلان کے بعد، فرمایا۔ اگرچہ مولانا مرحوم حزب اللہ کے مقاصد کا تعیّن اور اس کے قیام کا فیصلہ بہت پہلے کر چکے تھے۔ حزب اللہ کے مقاصد کی جامعیت اور اس کے خصائص کو تو اس عہد کی کوئی انجمن نہیں پہنچتی، لیکن دوسری انجمنوں کی اہمیت اور ان کی خدمات ہیں جن کا اعتراف کرنا چاہیے۔

اِس کتاب کا موضوع انجمن خدامِ کعبہ ہے، اور مقصد اس کے بارے میں تاریخی معلومات کی تالیف ہے۔ انجمن کے مقاصد، قیام اور اس کی خدمات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں پروفیسر احمد سعید صاحب (ایم اے او کالج، لاہور) کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ انھیں معلوم ہوا کہ میں انجمن خدام کعبہ پر کام کر رہا ہوں تو انھوں نے انجمن سے متعلق رپورٹوں، مراسلوں، تبصروں وغیرہ کا وہ تمام ذخیرہ فراہم کر دیا جو پیسہ اخبار، لاہور میں ان کی نظر سے گزرا تھا۔ میں نے اس ذخیرے سے بیش از بیش فائدہ اٹھایا ہے۔ آں موصوف کے اِس فراخ دلانہ علمی تعاون کے لیے نہایت شکر گزار ہوں۔

ابوسلمان شاہجہان پوری

۹ر اکتوبر ۱۹۸۷ء

باب اوّل،

تاریخ آغاز و قیام انجمن

پس منظر

سنہ ۱۹۱۲ء تک جتنے مقبوضات ترکی خلافت کے اقتدار و انتظام سے نکل چکے تھے ان کا آغاز تقریباً نصف صدی قبل ہو چکا تھا، لیکن انتہا کے بارے میں کوئی پیشین گوئی نہیں کی جا سکتی تھی۔ ترکی خلافت کا مسئلہ صرف ترکی قوم کا نہ تھا بلکہ تمام عالم اسلامی کا مسئلہ تھا۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمان جو ملی بہی خواہی اور اسلامی اخوت کے جذبے سے ہمیشہ سرشار رہے۔ اور جنہوں نے زبانی اعلانات اور خالی دعوے ہی نہیں کیے بلکہ خود غلام ہونے کے باوجود دامے درمے قدمے اقدام و عمل سے اور جذبات و احساسات ملی کے اظہار سے تمام عالم اسلام کی مدد کی تھی، ترکی خلافت کے زوال اور دشمنوں کی ریشہ دوانیوں سے سخت بے چین تھے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ حرف مطلب زبان پر لانے سے پہلے ترکی خلافت کے آخری دور پر نظر ڈال لی جائے۔

سربیا اور ڈینیوب کی دو ریاستوں نے جو سنہ ۱۸۶۱ء میں متحد ہو کر ایک ریاست بن گئی تھیں، سنہ ۱۸۶۵ء میں تقریباً پوری خود مختاری حاصل کر لی[1]۔ معاہدہ برمن کی شرائط کے تحت سنہ ۱۸۷۸ء میں بوسنا اور ہرزے گووینا کو آسٹریا ہنگری کی امانت میں دے دیا گیا اور مسلمانوں کی سخت مفادات کے باوجود ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۸۷۸ء آسٹریا کا قبضہ مکمل ہو گیا۔[2] اسی معاہدے کے تحت سربیا، مونٹے نیگرو اور رومانیا ترکی خلافت کے قبضے سے نکل گئے۔ قفقاز کی سرحد پر قارص اور باطوم کے اقتدار سے سلطنت عثمانیہ کو ہاتھ دھونے پڑے۔ جزیرہ قبرص کے نظم و نسق سنبھالنے کا انگریزوں نے بندوبست کر لیا۔ سنہ ۱۸۸۲ء میں اختلال مصر کی صورت پیدا ہو گئی۔[3] اور چار سو سال تک ترکوں

---

[1] کرامرز، جے۔ ایچ، ترک: تاریخ (مقالہ)، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور دانش گاہ پنجاب، ۱۹۶۲ء، ج ۶، ص ۹۴۳-

[2] بوسنہ (مقالہ) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، محولہ بالا، ۱۹۷۱ء، ج ۵، ص ۳۲-۳۳۔

[3] کرامرز، جے۔ ایچ، ترک: تاریخ (مقالہ)، محولہ بالا، ص ۹۴۳

کے زیر انتظام رہ کر برطانیہ کے زیر حفاظت آ گیا۔[1] ۱۸۹۷ء میں ترکوں اور یونانیوں کی جنگ کے نتیجے میں یونانی سلطنت کو توسیع حاصل ہوئی۔ ۱۸۹۸ء میں کریٹ (اقریطش) خود مختار ہو گیا۔[2] ۳۔ اکتوبر کو والیٔ بلغاریہ فرڈیننڈ نے بلغاریہ کی آزادی کا اعلان کر دیا۔[3] ۵ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو اطالیہ نے طرابلس میں اپنی فوجیں اتار دیں اور اگرچہ ان کے خلاف سخت مزاحمت کی گئی لیکن عہد نامہ لوزان کے تحت ۱۹۱۲ء میں اطالیہ کے قبضے کو تسلیم کر لینا پڑا۔[4] ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۳ء کی جنگ بلقان میں یورپی ترکی کے مقبوضات صرف مشرقی تھریس تک محدود ہو کر رہ گئے اور اس کے ایک حصہ پر یونان نے قبضہ جما لیا۔[5] ایشیائی ترکی کی مغربی بندرگاہ سمرنا بھی یونان کے قبضے میں چلی گئی۔[6] نجد و حجاز کو خلافت عثمانیہ کے انتظام سے نکالنے کا کام بھی اس وقت تک شروع ہو چکا تھا[7] اور شریف مکہ حسین کی ترکی خلافت سے بغاوت کے نتیجے میں نہ صرف حجاز بلکہ فلسطین بھی عرب ریاست کے حدود اور اس کی عمل داری میں دینے کا وعدہ کر لیا گیا تھا لیکن ترکوں کے اقتدار سے آزاد کرانے کے بعد برطانیہ نے اسے اپنے زیر انتظام رکھا اور جس منصوبے پر کام کیا گیا وہ فلسطین کی یہودی ریاست کے قیام پر منتج ہوا۔[8] شام و عراق کے لوگوں کو ترکی خلافت سے حصول آزادی کی جدوجہد میں مدد دینے کا وعدہ کیا گیا۔[9] اور صرف وعدہ ہی نہیں بلکہ فرانسیسی اور انگریزی افواج کی متفقہ کارروائی جو انہوں نے فلسطین اور شام میں کی اور وہ مختلف مہمیں جو انگریزوں نے عراق اور الجزیرہ میں بھیجیں ان میں آخرکار کامیابی ہوئی اور یہ تمام علاقے عثمانی فوج کے ہاتھ سے نکل گئے۔[10] عالم اسلام کے اس وقت کے سیاسی حالات اور برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے جذبات اسلامی سے اس دور کا ادب بہت متاثر ہوا۔ اور نہ صرف سنجیدہ سیاسی مضامین کے ذریعے بلکہ افسانوں، ڈراموں

---

[1] آزاد، اسرار احمد، بین الاقوامی سیاسی معلومات، دہلی، مکتبہ برہان، ۱۹۵۱ء (طبع دوم) ج ۱، ص ۲۹۲، مرتضیٰ احمد خاں، تاریخ اقوام عالم، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۲ء (طبع دوم) ج ۲ ص ۵۱۸۔ [2] کرامرز، جے۔ ایچ، ترک، تاریخ (مقالہ) محولہ بالا، ص ۴۹۲۔ [3] بلغاریہ (مقالہ) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، محولہ بالا، ج ۴، ص ۱۶-۸۱۵ و آزاد، اسرار احمد، بین الاقوامی سیاسی معلومات محولہ بالا، ص ۴۴۔ [4] طرابلس (مقالہ) اردو دائرہ معارف اسلامیہ محولہ بالا، ج ۱۲، ص ۴۳۸۔ [5] کرامرز، جے ایچ، ترک، تاریخ (مقالہ) محولہ بالا، ص ۴۹۳ [6] مرتضیٰ احمد خاں، تاریخ اقوام عالم، محولہ بالا، ص ۵۹۳ [7] ایضاً، ص ۶۰۰-۵۹۹ [8] ایضاً، ص ۶۰۰

[9] نذیر حسین، شریف حسین بن علی (مقالہ) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، محولہ بالا، ج ۱۱، ص ۹۱۷، [10] کرامرز، جے۔ ایچ، ترک، تاریخ (مقالہ)، محولہ بالا، ص ۳۵۰

اور منظومات کے ذریعے بھی ان اسلامی جذبات و احساسات کا اظہار ہوا۔ ہر مسلمان شاعر اور ادیب نے ان جذبات کے فروغ و اشاعت میں حصہ لیا۔ خصوصاً حضرت علامہ شبلی اور مولانا ظفر علی خاں نے ایسی ملک گیر شہرت پائی کہ ان کا کلام بے نظیر جو ترکوں کی حمایت میں تھا ہر پڑھے لکھے اور اخبار بیں کی زبان پر چڑھ گیا۔

عالم اسلام کے ان حالات نے مسلمانانِ برصغیر پاک و ہند کو بے چین کر دیا لیکن مزید پریشان کن اور اندوہناک وہ واقعات اور برٹش استعمار کے وہ عزائم تھے جن کا اظہار شروع ہو چکا تھا اور اگرچہ اختتام و انجام ابھی پردہ غیب تھا لیکن جو ارباب بصیرت ہواؤں میں پانی کی بو سونگھ لینے کے عادی تھے، وہ استعمار کی ان ریشہ دوانیوں اور عزائم سے انجام کا اندازہ کر سکتے تھے مسلمانوں کے دلوں میں خدشات تھے اور گزشتہ واقعات ان کے موید تھے۔ اور اگرچہ بعض واقعات کے ظہور میں چند سال لگ گئے لیکن مسلمانوں کے خدشات درست نکلے۔ جنگ عظیم اول کے اختتام تک وہ کئی علاقے بھی جو ۱۹۱۴ء تک ترکی سلطنت میں شامل تھے اس کی عمل داری سے نکل کر فرانس یا برطانیہ کے تسلط میں چلے گئے۔ شام جو پہلے عثمانی سلطنت کا ایک حصہ تھا ۱۹۱۸ء میں فرانس کے زیر انتداب چلا گیا۔[1] عراق کے عضو کو خلافت ترکی کے جسم سے کاٹ کر الگ کر دیا گیا۔[2] ترکی سلطنت کے حدود میں ایک چھوٹے سے خطے پر لبنان کے نقش کو اجاگر کیا گیا۔[3] یمن سلطنت عثمانیہ کا ایک حصہ تھا لیکن جنگ کے خاتمے پر برطانیہ نے اسے اپنے زیر اثر لے لیا۔[4] اسی زمانے میں مشرق اردن کی ایک چھوٹی سی ریاست برطانیہ کے زیر سایہ قائم کر دی گئی۔[5] فلسطین کے علاقے کو ترکی حکومت سے چھین کر اس پر بھی برطانیہ قابض ہو گیا۔ بعد میں جو اسرائیلی حکومت قائم کی گئی اس کا وعدہ جنگ عظیم اول کے شروع ہی میں کر لیا گیا تھا۔[6]

انجمن خدام کعبہ:

یہ تمام واقعات اگرچہ ۱۹۱۲-۱۳ء تک ظہور میں نہیں آگئے تھے۔ بلکہ ۱۹۲۰ء اور اس کے بعد تک ظہور پذیر ہوتے رہے، لیکن ان کی بنیاد ۱۹۱۲ء سے پہلے ہی پڑ چکی تھی۔ ان واقعات کے ظہور و

---

[1] آزاد اسرار احمد، بین الاقوامی سیاسی معلومات محولہ بالا، ص ۵۹۲ [2] ایضاً، ص ۶۰۱، مرتضیٰ احمد خاں، تاریخ اقوام عالم، محولہ بالا، ج ۲، ص ۵۹۹ [3] آزاد اسرار احمد، بین الاقوامی سیاسی معلومات، محولہ بالا، ص ۶۵۹ [4] ایضاً، ص ۷۴۷ [5] ایضاً، ص ۶۷۱ [6] ایضاً، ص ۶۰۰، مرتضیٰ احمد خاں، تاریخ اقوام عالم، محولہ بالا، ج ۲، ص ۶۷۷۔

نشو و نما کا پس منظر صبح و شام آفتاب کے طلوع و غروب کے نظارے کی طرح سامنے تھا اور
حالات کی رفتار کو اصحاب بصیرت اور اکابر ملت نے محسوس کر لیا تھا۔ گویا کہ خطرات
بو انہوں نے فضاؤں میں سونگھ لی تھی۔ ان حالات نے مسلمانوں کو بے چین کر ہی رکھا تھا کہ
بعض واقعات نے اس احساس اور بے چینی کو فزوں تر کر دیا۔ اس زمانے کے ایک خاص واقعہ
کی طرف مولانا صبغت اللہ شہید نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے:

"اٹلی کے طرابلس الغرب پر حملے کے بعد ہندی دردمندان اسلام کو اس لیے بھی خانہ کعبہ کی حفاظت کی زیادہ فکر پیدا ہو گئی تھی کہ عمانوئیل شاہ اطالیہ نے ایک موقعہ پر یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے ہوائی جہاز مسلمانوں کے کعبہ سے بھی نمٹ سکتے ہیں"۔ [1]

اس بیان نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے قلوب کو خاص طور پر مضطرب کر دیا اور ملت کے چند
بصیرت اور بہی خواہوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اب مرکز اسلام کی عزت و حرمت کی حفاظت کے
لیے ترکی کی اسلامی حکومت پر تکیہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر اب ترکی اس قابل نہیں ہے کہ وہ حرم
کی حفاظت کا فریضہ انجام دے سکے اور دشمنان اسلام کے حملوں اور ریشہ دوانیوں سے سرزمین
حجاز مقدس کو محفوظ رکھ سکے تو مسلمانوں کو خود اس کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔

چنانچہ خدام کعبہ کے نام سے ایک ملی تحریک کے آغاز، ایک نئی اسلامی جماعت کے قیام اور
کعبہ کی حفاظت اور خدمت کی راہ میں جان و مال کے ایثار و قربانی سے دریغ نہ کرنے کا عزم
اور عہد و پیمان اکابر ملت کے اسی احساس کا نتیجہ تھا۔ مولانا صبغت اللہ شہید نے اوپر کے بیان کے
تسلسل میں لکھا ہے۔

"اس اضطراب کے ماتحت ایک انجمن .... قائم کی گئی، جس کا نام تھا "انجمن خدام کعبہ"۔ حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی اس کے خادم الخدام اور مولانا شوکت علی تھے، اس کے معتمد عمومی تھے۔ اس کا صدر دفتر دہلی میں تھا"۔ [2]

آغاز و قیام کی تاریخ

انجمن کے قیام سے متعلق متعدد تحریروں میں اس کی تاریخ قیام ۶ مئی ۱۹۱۳ء بتائی گئی ہے۔ بلاشبہ
انجمن کے قیام کا روز اول یہی ہے۔ اسی روز انجمن کے قواعد و ضوابط منظور ہوئے، انجمن کے تصور

---

[1] شہید فرنگی محلی، مولانا صبغت اللہ، مولانا محمد علی کے کچھ واقعات (مقالہ) علی برادران (مرتب رئیس احمد جعفری)
لاہور، محمد علی اکیڈمی ۱۹۶۳ء، ص ۹۵ [2] ایضاً، ص ۹۵

عملی شکل اختیار کی اور چند بہی خواہان ملت نے خدمت کعبہ کا پیمان باندھا لیکن یہ خدمت کعبہ کی تحریک کی تاریخ نہیں ہے سب سے پہلے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو اس تحریک کے آغاز اور اس کے لیے ایک انجمن کے قیام کا خیال آیا۔ انھوں نے مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی سے مل کر اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی مولانا فرنگی محلیؒ سے علی برادران کی پہلی ملاقات ۱۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو اس سلسلے میں ہوئی اس کے بعد ملاقاتوں میں اس کے مسائل زیر بحث آئے ہوں گے اور دستور سازی کے لیے ایک کمیٹی کا قیام عمل میں آیا ہوگا۔ اس نے دستور بنا کر ۶ مئی ۱۹۱۳ء کی میٹنگ میں پیش کیا اور اس کے منظور ہوتے ہی انجمن کا قیام عمل میں آگیا۔ مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی کے ایک مضمون سے اس واقعے پر روشنی پڑتی ہے۔ مفتی صاحب نے اپنے جد اور استاد مفتی عنایت اللہ فرنگی محلی کی ایک تحریر "حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق" کے حوالے سے انجمن خدام کعبہ کے قیام کی تاریخ پر بہت مفید روشنی ڈالی ہے۔ وہ اس تحریر کا خلاصہ اپنے الفاظ میں اس طرح پیش کرتے ہیں:

"مولانا عبدالباری نے اپنے شاگرد دار مسند اور رشتہ کے بھائی مفتی عنایت اللہ (راقم تحریر) سے جو فرنگی محل کے نوجوان کی ایک علمی انجمن "مجلس الاصلاح" کے سکریٹری تھے، فرمایا کہ مسٹر محمد علی کو لکھو کہ اگر ہند اور بیرون ہند کے ملی مسائل کے سلسلے میں ہم لوگوں کی خدمات درکار ہوں تو ہم حاضر ہیں، جواب آیا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور مسلم یونی ورسٹی فاونڈیشن کمیٹی کے جلسوں میں شرکت کے لیے علی برادران دسمبر ۱۹۱۲ء میں لکھنو آرہے ہیں، اس وقت بالمشافہ گفتگو ہوگی۔ مسلم لیگ کونسل، فاونڈیشن کمیٹی اور انجمن ہلال احمر کے اجلاسوں میں شرکت کے لیے یہ دونوں دسمبر کے آخری ہفتے میں لکھنو آئے اور ۱۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو پہلی بار شیخ مشیر حسین قدوائی کے ہمراہ فرنگی تشریف لائے اور اسی دن انجمن خدام کعبہ کی داغ بیل پڑی۔"[1]

مولانا صبغت اللہ شہید فرنگی محلی کے بیان سے بھی ان واقعات کی تائید ہوتی ہے۔ "خادم کعبہ مولانا شوکت علی" کے عنوان اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"۱۹۱۲ء کا ایک ٹھنڈا دن تھا کہ حضرت مولانا عبدالباری قدس سرہ کی نشست گاہ میں

---

[1] رضا انصاری فرنگی محلی، مفتی محمد، مولانا محمد علی اور مولانا فرنگی محلی (مضمون)، جامعہ مولانا محمد علی نمبر۲، دہلی، جنوری فروری ۱۹۸۰ء، ص ۱۱۰-۱۱۱۔

ایک جوان کو دیکھا۔ بھاری بھرکم، لمبا قد، متاثر کرنے والا بشرہ، پیشانی درخشاں، آنکھیں چمکدار، سر پر بالوں دار ٹوپی، داڑھی بالکل صاف، مونچھیں بڑی جن کی نوکیں اوپر کو بلند، قیمتی سوٹ اور اعلیٰ درجے کا بوٹ پہنے ہوئے، نہایت چست چالاک اور بیدار، رفتار تیز، ہاتھ میں سگار، چہرے پر عجیب دلکشی اور علی گڑھی انداز سے زبان پر سلام علیکم یہ تھے مسٹر شوکت علی بی اے (علیگ)۔۔۔۔۔ اس کے بعد لکھنؤ کے مختلف اجتماعات میں ان سے ملاقاتیں ہوئیں اور اس زمانے کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کے دستور کے خلاف انہیں سلام و کلام میں ہمیشہ پیش قدمی ہی کرتے پایا۔ اس کے بعد خدام کعبہ کا باقاعدہ کام شروع ہو گیا اور وہ اس کے جنرل سکرٹری مقرر ہو گئے۔ اس سلسلے میں کئی بار وہ لکھنؤ آئے اور حضرت مولانا عبدالباری کے جو اس انجمن کے خادم الخدام (صدر) تھے مہمان ہوئے۔"

اس عبارت میں تحریک کے آغاز کا سال اور موسم ۱۹۱۲ء کا ٹھنڈا دن "یعنی ۱۹۱۲ء کا موسم سرما اور انجمن کا کام شروع ہونا اس کے بعد کا واقعہ بتایا گیا ہے۔ شہید مرحوم کے حوالے سے قبل مفتی عنایت اللہ کے بیان کی جو تلخیص مفتی محمد رضا انصاری صاحب کے الفاظ میں پیش کی گئی ہے اس سے آگے وہ لکھتے ہیں۔

"مولانا مفتی عنایت اللہ کے بیان کے مطابق انجمن خدام کعبہ کے اغراض و مقاصد اور دستور العمل کے تحریر کرانے میں کچھ وقت لگا۔ مولانا شوکت علی کا بیان ہے کہ ۶ مئی ۱۹۱۳ء کو انجمن خدام کعبہ کا باضابطہ قیام فرنگی محل میں عمل میں آیا۔" ؂۲

ہمدرد، دہلی میں مطبوعہ دستور کے شروع میں تعارفی و تمہیدی سطروں سے بھی اس بیان کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

"اس مبارک تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جناب مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی لکھنوی کے مکان پر ۶ مئی کو ایک جلسہ منعقد ہوا تھا اور شرکائے جلسہ نے بحث و مباحثہ کے بعد قواعد و ضوابط مندرجہ مراسلت کو منظور کیا تھا۔ اور جلسہ ختم ہوتے ہی چند حضرات نے خدام کعبہ کا حلف لیا۔" ؂۱

؂۱ شہید فرنگی محلی، مولانا صبغت اللہ، خادم کعبہ مولانا شوکت علی (مضمون) علی برادران، محولہ بالا ص ۸۷، ۸۰ ؂۲ رضا انصاری فرنگی محلی، مفتی محمد، مولانا محمد علی اور مولانا فرنگی محلی (مضمون) جامعہ مولانا محمد علی نمبر ۲، محولہ بالا، ص ۱۱۱ ؂۱ خدام کعبہ (دستور العمل) روزنامہ ہمدرد دہلی ۱۶ مئی ۱۹۱۳ء

۶ مئی کو مولانا محمد علی اور شوکت علی کے لکھنؤ پہنچنے، مولانا عبد الباری کے مکان پر خدام کعبہ کے جلسے، حلف اٹھائے جانے اور کمیٹی کے قیام کے فیصلے کی توثیق سی آئی ڈی کی رپورٹ سے بھی ہوتی ہے۔ [۱] اس فیصلے اور قیام انجمن کے بعد ۱۰ مئی ۱۹۱۳ء کو مولانا عبد الباری فرنگی محلی کا ایک مضمون روزانہ ہمدرد دہلی میں شائع ہوا جس سے عوام اور حکومت کو معلوم ہوا کہ انجمن خدام کعبہ کے نام سے کسی جماعت کا قیام عمل میں آیا اور کسی تحریک کا آغاز ہوا ہے۔ اس کے بعد ۱۶ مئی کو انجمن کے دستور کی اشاعت سے اس کے قیام کی غرض، پیشِ نظر مقاصد اور اس کے نظام عمل کا علم ہوا۔

---

[۱] کلیولینڈ، سی۔ آر، سیکرٹ فائل بعنوان "انجمن خدام کعبہ" انڈیا آفس لائبریری، (بشکریہ جناب ضیاء الدین لاہوری)

باب دوم:

ضرورت و مقاصدِ انجمن

ضرورت انجمن:

اب ہم انجمن کے دستور کی روشنی میں انجمن کے قیام کے پس منظر، غایت اور نصب العین کا جائزہ لیں گے۔ انجمن کے قیام کے پس منظر کی وضاحت اور نام کی صراحت دستور العمل کی دفعہ نمبر ا میں کی گئی ہے "ضرورت انجمن" کے زیر عنوان الفاظ یہ ہیں:

(۱) چونکہ ہمیں خانہ کعبہ کی عزت و حرمت برقرار رکھنے کے بارے میں پہلے جو اطمینان حاصل تھا، وہ اب باقی نہیں رہا ہے۔ اس لیے حرم کعبہ کی حرمت برقرار رکھنے کے واسطے اہل اسلام کی ایک خاص انجمن قائم کی جاتی ہے، جس کا نام "انجمن خدام کعبہ" ہوگا۔"[1]

اس سے ذرا تفصیل کے ساتھ دستور العمل کی تمہید میں انجمن کے قیام کے پس منظر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

"آج تک دنیائے اسلام اس اولین اور اہم ترین فرض کی ادائیگی سے زیادہ تر اس لیے غافل رہی ہے کہ ابتدائے اسلام سے نہ صرف عرب بلکہ اس کے قریب کے ایشیائی ممالک بلکہ افریقہ اور یورپ کے ایک بڑے حصے میں مسلمان فاتح ہو کر پہنچے اور حاکم ہو کر رہے اور اس گئے گذرے زمانے میں بھی ہمارے ترکی بھائیوں نے جو ایشیا چھوڑ خود یورپ کے ایک حصے پر حکمران تھے خدمت کعبہ کافی اہتمام کے ساتھ اپنے ذمہ لے رکھی تھی اور اب بھی سلطان المعظم جو حرم پاک کی جاروب کشی کو باعث "یمن و سعادت" خیال فرماتے ہیں۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سلطنت عثمانیہ برسوں کے پے درپے صدموں سے اس قابل نہیں رہی ہے کہ پہلی سی قوت و استحکام کے ساتھ حرم کعبہ کی حفاظت کر سکے تو ہماری غیرت اسلامی و محبت دینی اس امر کی مقتضی ہے کہ ہم اپنے پس پشت ڈالے ہوئے فرض کو محسوس کریں اور اپنے آپ کو قولاً و فعلاً خدام کعبہ میں شامل کریں۔"[2]

لیکن انجمن کے قیام کا یہ پس منظر بھی بہت محدود اور مختصر لفظوں میں بیان ہوا ہے۔

---

[1] و [2] دستور خدام کعبہ (دستور العمل) ہمدرد، دہلی، ۱۶ مئی ۱۹۱۳ء،

بلاشبہ اہل علم اور اصحاب نظر و بصیرت کے لیے یہ اشارات کافی ہیں لیکن مناسب ہوگا، کہ حالات وقت پر زیادہ گہری نظر ڈالی جائے اور انجمن کے قیام کا وسیع اور تاریخی پس منظر تلاش کیا جائے تاکہ انجمن کے قیام کی تاریخی اہمیت کا واقعی نقش اجاگر ہو سکے اس مقصد کے لیے ہفت روزہ کامریڈ، دہلی کے اس مقالۂ افتتاحیہ کا مطالعہ نہایت مفید ہو گا جو انجمن کے تعارف میں لکھا گیا تھا۔ اغلب ہے کہ یہ مقالہ مولانا محمد علی کے قلم سے ہو لیکن اگر ان کی بجائے راجہ غلام حسین کے قلم سے ہو تب بھی اس میں مولانا محمد علی کے افادات کو شریک سمجھنا چاہیے کہ وہ کامریڈ کے مدیر اعلیٰ بھی تھے اور انجمن خدام کعبہ کے بانی ارکان اور پہلے حلف اٹھانے والوں میں سے تھے۔ کامریڈ کا یہ مقالہ افتتاحیہ دو قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ اس میں انجمن کے اغراض و مقاصد کی تفصیل و تشریح کے ساتھ ان غلط فہمیوں اور شکوک و شبہات کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اس مختصر سی مدت میں اس کے بارے میں پیدا ہو گئے تھے اور اس کے قیام کو کسی سیاسی غرض کے تابع سمجھا جانے لگا تھا۔ آخر میں مقالہ نگار مسلمانوں کو مخاطب کر کے ایک اہم دینی فرض کی طرف انہیں توجہ دلاتا ہے۔ ان سطروں سے بھی انجمن کے بانیانِ کرام کے سچے دینی جذبات پر روشنی پڑتی ہے۔ مقالہ نگار لکھتے ہیں :

"مسلمانانِ ہند کے لیے ہم صرف چند الفاظ کہنا چاہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ مقامات مقدسہ کی حفاظت، آپ سب پر بھی اتنی ہی فرض ہے، جتنی کہ ترکوں پر اور یہ بھی کہ یہ وقت کا سب سے اہم فریضہ ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ترکی اس وقت اتنا طاقتور نہیں ہے، جتنا کہ صدیوں سے کعبہ کے نگہبان کی حیثیت سے رہا ہے۔ اور اب اتنا کمزور ہو گیا ہے، جتنا کہ وہ اس وقت سے، جب اس نے ایا صوفیہ پر سبز ہلالی پرچم لہرایا تھا، آج تک کبھی نہیں رہا۔ اس کے علاوہ اسے اپنی سرزمین کی حفاظت بھی کرنا ہے، جس کی اسے اس وقت شدید ضرورت ہے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ اپنے مقامات مقدسہ کی طرف سے جتنی تشویش مسلمانوں کو ۱۹۱۲ء میں تھی، ۱۹۱۳ء میں اس سے زیادہ ہی ہے۔ اور تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے متحد ہو جانے سے پہلے اگر مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کا کوئی واقعہ پیش آگیا تو تم خاموش تماشائی بنے رہنے اور زبانی افسوس کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکو گے۔"

"یہ سچ ہے کہ خدا خود اپنے گھر کا محافظ ہے لیکن یہ بات بھی ہے کہ حفاظت کا یہ کام اپنی

مخلوق کے ذریعے لیتا ہے۔ مثلاً جب اصحاب فیل نے مکہ پر چڑھائی کی تھی تو اللہ نے اپنے ہاتھوں سے انہیں فنا نہیں کیا تھا، بلکہ چڑیوں کو غول در غول بھیجا جنہوں نے کنکریاں برسائیں اور اس طرح اللہ نے ان حملہ آوروں کو کھاتے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔ اب بھی اگر دشمن توپ، بندوق اور دیگر اسلحہ کی مدد سے مقامات مقدسہ پر حملہ کرے گا تو کیا وہ دشمن کی چالوں کو ناکامیاب نہیں کر دے گا؟ اب خواہ وہ چڑیوں کے ذریعے کنکریوں سے ہو یا ایک منظم اور دشمنوں ہی کی طرح کے ہتھیاروں سے مسلح قوم کے ذریعے ان کی چالوں کو ناکام بنائے۔ اب یہ اعزاز خواہ چڑیوں کو ملے، خواہ تمہیں اور ہمیں۔ یہ ایک سوال ہے جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔[۱]

اغراض و مقاصد:

اب ہم انجمن کے دستور العمل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ "اغراض و مقاصد کی سرخی کے نیچے دفعہ ۲ میں انجمن کے مقصدِ قیام کی ان الفاظ میں صراحت ملتی ہے۔

(۲) اس انجمن کی اصلی غرض حرم محترم کی حرمت کا برقرار رکھنا اور دنیا کے سب سے پہلے مرکز توحید یعنی حضرت ابراہیم خلیل کے تعمیر کیے ہوئے خانۂ خدا کی ہر قسم کی خدمت بجالانا اور اس کو غیر مسلم ہاتھوں سے محفوظ رکھنا ہے"۔

اس کے بعد ۳ کے ذیل میں ان تدابیر اربعہ کا ذکر ملتا ہے جن کے ذریعے انجمن کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کا سرو سامان کرنے کے عزم کا اظہار کیا گیا تھا۔

(۳) اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے "انجمن خدام کعبہ" حسب ذیل تدابیر عمل میں لائے گی۔

(الف) جان نثاران کعبہ اور حامیان توحید کی ایک ایسی جماعت تیار کرنا جو حرم محترم پر اپنی جان و مال کو قربان کرنے کو صدق دل سے آمادہ ہو۔

(ب) تبلیغ اسلام کو جو بھی خدمت کعبہ ہے، باقاعدہ جاری کرنا اور اقطاع ارض میں جہاں ضرورت ہو اور مناسب معلوم ہو داعیان اسلام کو کلمہ توحید کی اشاعت و ترقی کے لیے روانہ کرنا۔

(ج) جابجا ابتدائی اسلامی مدارس اور اسلامی یتیم خانے قائم کرنا۔

(د) بیت اللہ شریف اور مسلمانوں کے تعلقات کو بڑھانا اور خانہ کعبہ کی آمدورفت کے ذرائع و وسائل کو روز بروز زیادہ وسیع و آسان کرنا۔

---

[۱] خدام کعبہ (۲) کامریڈ، دہلی ۷ جون ۱۹۱۳ء، ص ۴۵۸

اراکین انجمن:

دستور العمل کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم آگے بڑھتے ہیں تو اراکین انجمن کا عنوان نظر آتا ہے اس کے نیچے سات دفعوں (نمبر ۴ تا ۱۰) میں ارکان کے مختلف شرائط و قواعد ان کے علامات شناخت اور نشانات و لباس کی تفصیل اس طرح ملتی ہے۔

(۴) کل کلمہ گو اور تمام اہل قبلہ مرد ہوں یا عورت، اس انجمن کے رکن ہو سکتے ہیں اور وہ خادم کہلائیں گے۔

(۵) ہر خادم کعبہ کو داخلہ کے وقت نہایت خلوص کے ساتھ دو مسلمانوں کے روبرو الفاظ ذیل میں قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر حلف کرنا ہوگا:

"میں فلاں ابن فلاں خدا کو حاضر و ناظر جان کر، تمام معاصی سے توبہ کر کے اور کلمہ شہادت اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمداً عبدہ و رسولہ کو پڑھ کر اور قبلہ رو کھڑے ہو کر صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ اس قبلہ (قبلہ کی طرف انگلی اٹھا کر) کی حرمت برقرار رکھنے کے لیے دلی جوش سے کوشش کروں گا اور خانہ کعبہ پر غیر مسلم حملے کے وقت جان و مال سے دریغ نہ کروں گا۔ اور "انجمن خدام کعبہ" کے احکام اور قواعد کی پوری پابندی کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ"

(۶) خدام کعبہ میں سے ان خدام کو جو اپنی زندگی اس انجمن کی خدمت کے لیے وقف کر دیں گے۔ وہ "شیدائیان کعبہ" کہلائیں گے۔ حسب ذیل الفاظ میں حلف کرنا ہوگا:

"میں فلاں ابن فلاں خدا کو حاضر و ناظر جان کو قبلہ رو ہو کر حلف اٹھاتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی حرم محترم کے لیے خدا کی نذر کر دی۔ اس وقت سے میری زندگی صرف خدمت کعبہ اور حرمت کعبہ کو برقرار رکھنے کے لیے وقف ہے اور "انجمن خدام کعبہ" کے احکام میرے لیے سب سے زیادہ ضروری اور اہم ترین فرائض ہوں گے۔ ان احکام کو بلا عذر و بلا تاخیر بجا لانے کے لیے میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ جہاں اور جس سرزمین میں بھیجا جائے گا میں فوراً بلا تاخیر روانہ ہو جاؤں گا۔ کوئی مشکل مجھے مانع نہ ہوگی۔ اس اقرار و عہد و پیمان کے ساتھ میں دوبارہ اپنے دین کی، اپنے خدا کی، اپنے قرآن کی، اپنے رسول کی اور اپنی عزت و حرمت کی قسم کھا کے "شیدائیان کعبہ" کی جماعت میں شامل ہوتا ہوں۔"

(۷) جائز ہے کہ بعض حضرات ایک مقررہ زمانہ ہی کے لیے "شیدائیان کعبہ" کے گروہ میں شامل ہو کر مذکورہ بالا حلف کے ذریعے سے "شیدائیان کعبہ" کی ذمہ داریوں کو اپنے ذمہ لیں۔

(۸) شیدائیان کعبہ اور ان کے اہل وعیال کے مصارف زندگی و بود و باش حسب ضرورت انجمن خدام کعبہ کے ذمے ہوں گے اور اس طرح ان کی خدمات مفوضہ کے تمام مصارف کو انجمن مذکور ادا کرے گی۔

(۹) یہی حقوق ان شیدائیوں کو جو کسی محدود مدت کے لیے شیدائیوں کی جماعت میں شامل ہوں، اس زمانے تک حاصل رہیں گے جب تک ان کا شمار "شیدائیان کعبہ" میں ہو۔

(۱۰) جملہ خدام کے لیے لازم ہے کہ ایک زرد ہلالی نشان جس میں سیاہ حرفوں میں "خدام کعبہ" کے الفاظ کڑھے ہوں گے، اپنے لباس میں سینے کے مقام پر لگائیں اور جب انجمن کے کسی جلسے میں شریک ہوں یا جس وقت انجمن کی کوئی خدمت انجام دے رہے ہوں، نشان مذکور کو ضرور لگاتے ہوتے ہوں۔ مگر شیدائیان کعبہ کا فرض ہوگا کہ ہمیشہ اور ہر جگہ ایک سبز رنگ کا لباس پہنے ہوئے نظر آئیں، جس پر مذکورہ بالا نشان کے علاوہ "شیدائیان کعبہ" کا نشان بھی ہوگا۔ خاص جلسوں کے موقعوں پر بطور لباس کے سبز عبا ہوگی جس پر دونوں نشان لگے ہوں گے۔

باب سوم :

نظامِ انجمن

نظام انجمن :

اس کے بعد دستور العمل کی مزید ۱۸ دفعات میں (دفعہ ۱۱ تا ۲۸) انجمن کے نظام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انجمن خدام کعبہ کے تمام نظم و نسق کا ذمہ دار ایک مرکزی ادارہ ہوگا جو "انجمن اصلیہ خدام کعبہ" کہلائے گا۔ پورے ملک اور ریاستوں میں جہاں بھی انجمن قائم ہوگی، اسی مرکزی ادارے کے ماتحت ہوگی۔ صوبوں اور ریاستوں کی انجمن ہائے خدام کعبہ اپنی ریاستوں اور صوبوں کے ناموں سے منسوب ہوں گی اور "انجمن عالیہ خدام کعبہ صوبہ / ریاست فلاں" کہلائیں گی۔ اضلاع کی انجمن صوبہ و ریاست کی "انجمن عالیہ خدام کعبہ" کے ماتحت ہوں گی۔ اور "انجمن خدام کعبہ ضلع فلاں" کے نام سے متعارف ہوں گی۔ اسی طرح اضلاع کے ماتحت قصبوں اور حلقوں میں انجمن ہائے خدام کعبہ قائم ہوں گی اور اپنے قصبہ، گاؤں یا حلقہ کے نام سے پکاری جائیں گی۔

ان ادنی اور اعلی انجمنوں کی تشکیل کی یہ صورت بیان کی گئی ہے کہ ہر سطح پر ۱۵ سے ۲۰ ارکان (خدام اور شیدائیوں) کی تعداد پر مشتمل ایک انتظامیہ ہوگی جو اپنے حلقے میں انجمن کے مقاصد کے فروغ کے لیے کام کرے گی۔ لیکن ضلع کی انجمن کا وجود اس کے قصبات اور حلقہ جات سے منتخب کیے ہوئے وکلا کے اجتماع سے ظہور پذیر ہوگا۔ ہر مقامی انجمن اپنے ارکان (خدام اور شیدائیوں) سے ایک ایک وکیل کا انتخاب کر کے ضلع کی انجمن کو بھیجے گی۔ اسی طرح ایک صوبے کے مختلف اضلاع کی انجمنوں سے ایک ایک وکیل اور ایک ایک مشیر کا انتخاب عمل میں آئے گا۔ اور صوبہ کی "انجمن عالیہ خدام کعبہ" کا نقش صورت پذیر ہوگا۔ وکیل کا انتخاب انجمن کے خاص ارکان (شیدائیوں) سے عمل میں آئے گا۔ اور اس کے لیے انجمن عالیہ کے صدر مقام میں رہنا لازمی ہوگا۔ جب کہ مشیر کا انتخاب انجمن کے عام ارکان (خدام) میں سے کیا

جائے گا۔ اس کے لیے انجمن عالیہ کے صدر مقام میں رہنا لازمی نہ ہوگا۔ البتہ انجمن عالیہ کے جلسوں میں شرکت اور رائے دہی کے استحقاق کے لحاظ سے وکیل اور مشیر میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح اضلاع کے ارکان (خدام اور شیدائیاں) سے انجمن عالیہ کا وجود پذیر ہوا تھا ملک کے مختلف صوبوں اور ریاستوں کی انجمن ہائے عالیہ سے منتخب ارکان (وکیلوں اور مشیروں) کے اجتماع سے "انجمن اصلیہ خدام کعبہ" کی تشکیل عمل میں آئے گی۔

تمام ادنیٰ اور اعلیٰ انجمنوں کا انتخاب دو سال کے لیے عمل" میں آیا کرلے گا۔ ہر انجمن کا صدر خواہ وہ کسی سطح کی ہو "خادم الخدام" کہلائے گا۔ اور اپنے دو معتمدین کے ذریعے دائرہ انجمن کے کلام کو چلائے گا۔ خادم الخدام کا انتخاب انجمن کے ارکان میں سے کیا جائے گا۔

"ہر ادنیٰ انجمن اپنے سے اعلیٰ انجمن کے ماتحت ہوگی"۔ انجمن اصلیہ خدام کعبہ" ایک خود مختار ادارہ ہوگی اور تمام انجمن اس کے فیصلوں اور حکموں کی پابند ہوگی۔

انجمن خدام کعبہ کا قیام عمل میں آتے ہی یہ فیصلہ بھی کر دیا گیا تھا کہ انجمن اصلیہ میں کن صوبوں، علاقوں اور ریاستوں کے وکلا ہوں گے۔ اس سلسلے میں ہندوستان کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ دستور کی یہ مکمل دفعہ اس طرح ہے:

(۲۲) انجمن اصلیہ خدام کعبہ میں فی الحال مندرجہ ذیل صوبہ جات کے وکلا ہوں گے۔

الف۔ برطانوی ہندوستان میں: ۱۔ مشرقی بنگال، ۲۔ مغربی بنگال، ۳۔ بہار و اڑیسہ، ۴۔ اودھ، ۵۔ صوبہ آگرہ، ۶۔ پنجاب، ۷۔ صوبہ سرحدی، ۸۔ سندھ، ۹۔ بمبئی، ۱۰۔ مدراس، ۱۱۔ صوبہ متوسط و برار، ۱۲۔ راجپوتانہ و وسط ہند، ۱۳۔ برما۔

(ب) اسلامی ریاستوں میں: ۱۔ حیدر آباد دکن، ۲۔ بھوپال، ۳۔ رام پور، ۴۔ جونا گڑھ، (۵)۔ بہاول پور، ۶۔ خیر پور سندھ، ۷۔ ٹونک

ج۔ دیگر ریاست ہائے ہند میں: ۱۔ کشمیر، ۲۔ میسور

بیت المال انجمن:

دستور العمل میں آخری عنوان "بیت المال یعنی سرمایہ انجمن" ہے اس کے نیچے دو دفعات (دفعہ ۲۹ و ۳۰) میں، جن میں انجمن کے مالی ذرائع مہم، آمدنی اور اس کی تقسیم اور مصارف کو بیان کیا گیا ہے۔ آمدنی کا صرف ایک ہی بنیادی ذریعہ بتایا گیا ہے اور وہ ہے انجمن کے ہر رکن سے صرف ایک روپیہ سالانہ چندہ۔ البتہ مصارف کے ضمن

بلکہ ایک مصرف "ضروری، مفید تجارتی کام" بھی بتایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ آگے چل کر یہ مصرف بھی انجمن کی آمدنی کا ذریعہ بن سکتا تھا لیکن ایسا کبھی ہو نہ سکا۔ تجارت انجمن کے مقاصد میں شامل نہ تھی۔ انجمن کے مقاصد میں سفر حج و زیارت کی آسانیاں اور حجاج کرام کی خدمت کے سلسلے میں جہازوں کی فراہمی اور ایک جہاز راں کمپنی کا قیام بھی شامل تھا۔ کل آمدنی کو تین مساوی حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا جن کے مصارف حسب ذیل تھے۔

(الف) ایک ثلث رقم اس خود مختار مسلمان حکومت کو دی جائے گی جو حرم محترم کی محافظ ہو گی۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ صرف خدمت حرم محترم کے ان کاموں میں صرف کی جائے جو اس کی حرمت و عظمت اور سرزمین پاک کی آزادی برقرار رکھنے سے تعلق رکھتی ہو۔

(ب) ایک ثلث رقم امور انتظامی انجمن ہائے خدام کعبہ، تبلیغ اسلام، ابتدائی اسلامی مدارس، اسلامی یتیم خانوں اور اسی قسم کے دیگر نیک کاموں میں صرف کی جائے گی اور جہاں تک ممکن ہو گا بعد وضع ضروری اخراجات کے ہر ضلع یا صوبہ کی زیادہ رقم اسی ضلع یا صوبہ کی ضروریات میں صرف کی جائے گی۔

(ج) باقی ایک ثلث رقم محفوظ رکھی جائے گی تاکہ بوقت اشد ضرورت حرم محترم کے کام میں آسکے۔ مگر اس میں سے ایک مناسب رقم ضروری مفید تجارتی کاموں میں لگائی جا سکے گی، جن کا تعلق خدمت کعبہ یا دیگر دینی خدمات سے ہو گا۔ مثلاً ایسے جہاز فراہم کرنا جو آرام اور آسانی اور کفایت سے ارض حجاز، عتبات عالیات میں مسلمانوں کو لے جا سکیں اور وہاں سے واپس لا سکیں۔"

اراکین انجمن اصلیہ

اس کے بعد اگرچہ دستور میں ایک اور دفعہ (نمبر ۱۳) ہے، لیکن یہ کوئی دفعہ نہیں بلکہ صرف ایک صراحت ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ "حضرت ذیل" ایک سال کے واسطے انجمن اصلیہ کے اراکین منتخب کیے گئے ہیں، انہیں ضرورت کے مطابق اپنی تعداد میں اضافہ کرنے کا حق ہو گا اور ان کا فرض یہ ہو گا کہ انجمن خدام کعبہ کا کام تمام ملک میں شروع کر دیں اور ایک سال کے اندر اندر ملک میں انجمن ہائے اضلاع، عالیہ و اصلیہ کو قائم کر کے مستعفی ہو جائیں۔

دستور کے آخر میں اراکین انجمن اصلیہ کی حیثیت سے چھ صاحبوں کے نام ہیں۔ ان میں

ایک صدر "خادم الخدام"، دو ان کے معتمدین اور تین ارکان ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محل۔ لکھنؤ، ۔ خادم الخدام

۲۔ حکیم عبدالولی صاحب، لکھنؤ

۳۔ ڈاکٹر ناظر الدین حسن صاحب، بیرسٹر، لکھنؤ

۴۔ مسٹر محمد علی صاحب اڈیٹر کامریڈ و ہمدرد۔ دہلی

معتمدین خادم الخدام:

۵۔ مسٹر مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر۔ لکھنؤ۔

۶۔ مسٹر شوکت علی صاحب۔ بی اے۔ رام پور،، ؎۱

کامریڈ کے ایک مضمون سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر چھ افراد کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، اسے مزید افراد کا اضافہ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا، اس کمیٹی کے ارکان سے حلف بھی لیا گیا تھا۔ سب سے پہلے مولانا عبدالباری فرنگی محلی حلف اٹھایا تھا جو اس عارضی کمیٹی کے صدر بھی تھے۔ ؎۲

انجمن خدام کعبہ کے دستور کے مطالعے سے اس کے اغراض و مقاصد کا اندازہ ہو جاتا ہے لیکن دستور میں تفصیل کی گنجائش نہ تھی۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی خادم الخدام اور مولانا شوکت علی کے بعض خطوط سے اس کے مقاصد کی وسعت کا پتا چلتا ہے۔ اور ان افکار کی روشنی میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انجمن خدام کعبہ ایک وسیع المقاصد تحریک تھی جس کے پیش نظر مسلمانوں کی اندرونی اصلاح و تعلیم، اسلام کی تبلیغ و اشاعت، اتحاد و اتفاق کا قیام، افتراق و انشقاق کا انسداد، مسلمانوں کی بیداری، ان کی سیاسی تربیت، ترکی حکومت اور عربوں کی اخلاقی و مالی امداد اور مسلمانوں کی جماعتی اور سیاسی زندگی کے متعدد اہم امور بھی شامل تھے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی انجمن کے مقاصد کی وضاحت اور مسلمانوں کے لیے اس کے نظام کی ضرورت اور اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوتے لکھتے ہیں۔

"جمعیۃ خدام کعبہ کی ضرورت کو تو مسلمان عام طور پر محسوس کرتے ہیں۔ اس کی غرض اور

؎۱ خدام کعبہ (دستور العمل) ہمدرد، دہلی، ۱۶ مئی ۱۹۱۳ء ؎۲ خدام کعبہ (۲) کامریڈ، دہلی ۱۷ مئی ۱۹۱۳ء ص ۷-۴۳۶

عارضی قواعد کی شہرت بھی ہو گئی ہے اور ہر طرف سے شرکت کی درخواستیں آرہی ہیں۔ ہمارا اس مجلس کے قائم کرنے سے نہ تو کوئی سیاسی مقصد ہے، اور نہ امن عامہ میں خلل ڈالنا ہے، نہ یہ کوئی سازش یا راز ہے۔ یہ انجمن امور مذہبی ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس سے ہماری بڑی غرض یہ ہے کہ باوجود مختلف خیالات وعقائد کے مسلمانوں کو ملکی کام کرنے کی مشق ہو۔ ان کو ایک جانب توجہ دلانے سے ان کے باہمی مناظرات ومباحثات میں کمی ہو۔ تمام مسلمانوں کے دلوں میں مذہبی جوش قائم رہے اور جو غفلت میں پڑے ہیں، ان کے چونک جانے کی امید کی جا سکے۔ جو دستور العمل شائع ہوا ہے، وہ عارضی ہے اور ہمیں بزرگان قوم کے مشورے کی حاجت ہے۔ ہم اس مجلس کو کسی خاص جماعت کی ملکیت نہیں سمجھتے ہیں، بلکہ تمام مسلمانوں کی ایک ایسی انجمن ہے، جس میں ہر قسم کی مساوات مد نظر رکھی گئی ہے۔ عقلائے ملت اور علمائے امت کے اوپر اس انجمن کے قواعد وضوابط کا دار ومدار ہے۔ اور ان کی رائے سے ہر قسم کا رد وبدل ہو سکتا ہے۔ چونکہ ہم خود اس امر کو جانتے ہیں کہ بالفعل کام کو جاری کرنے کیلئے جو قواعد ہم نے بنائے ہیں، ان پر غور وتدبر کی ضرورت ہے۔ اس واسطے ہم نے یہ سفر اس غرض سے نہیں کیا کہ اکابر علماء کو اس انجمن کی شرکت کی دعوت دیں اور عوام کو خواہ مخواہ اس انجمن کا ممبر بنائیں۔ بلکہ ہماری غرض اس سے علماء کی خدمت میں حاضر ہونا، ان سے اپنے مقصد کو زبانی عرض کرنا اور ان سے مشورہ دینے کی خواہش کرنا ہے۔ چنانچہ اس امر میں بہت کامیابی ہوئی۔ ہم بہت مشکور ہیں کہ جن علمائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوتے، انہوں نے بڑے تپاک سے ہمارا خیر مقدم کیا اور ہمارے معروضات سنے اور اپنی مفید ترین رایوں سے ہماری معلومات کو وسیع کیا اور آئندہ مفید مشورہ دینے کا وعدہ کیا۔

ہم کو جو مشکلات اس انجمن کے قائم کرنے میں خود درپیش آئیں اور اس سفر میں حضرات کبار کی مشورت سے جو باتیں قابل لحاظ معلوم ہوئیں۔ ان کو ہم مختصر اً قلم بند کرتے ہیں، تاکہ ان مشکلات کو آسان کرنے کی صورت نکالی جائے۔ انجمن کو قائم کرنے اور اس کے برقرار رکھنے میں بہت سی دشواریاں ہیں۔ مگر یہ راستے ان دشواریوں

کو ملحوظ رکھنے کے بعد بھی نہیں ہوتی ہے کہ ہم اس انجمن کی کاروائی کو موقوف رکھیں بلکہ ان دشواریوں کو رفع کرنے کی کوشش کی جاوے گی اور جو امور اس دستور العمل کے قواعد کی وجہ سے ایسے ہیں جن سے عام مسلمانوں کی شرکت میں سہولت نہیں ہوتی ہے، ان پر ممبران انجمن اصلیہ خدام کعبہ پوری توجہ کر رہے ہیں اور عن قریب جو دستور العمل شائع ہوگا، اس میں ان باتوں کا لحاظ رکھا جاتے گا۔" [1]

اس کے بعد مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے ان مشکلات پر روشنی ڈالی ہے جو انہیں انجمن خدام کعبہ کو ایک اعلیٰ درجہ کا خدمتی ادارہ بنانے کے راستے میں درپیش تھیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

(۱) ہر انجمن کو لائق کارکن مل جانا، اس انجمن کے قیام و قرار کا قومی سبب ہوتا ہے۔ یہ دشواری ہم کو پیش آرہی ہے کہ جیسے کارکن اس انجمن کے ہونا چاہئیں ابھی ہم کو دستیاب نہیں ہوئے مگر امید قوی ہے کہ اس انجمن سے جو دلچسپی مسلمانوں نے ظاہر کی ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے ایسے لوگوں کا مل جانا بالکل آسان ہے جو اخلاص سے انجمن کا کام کریں جن میں ایثار نفسی ہو، جو تجربہ کار ہوں، دیانت دار ہوں اور ان پر ملک اعتماد کر سکتا ہو۔ اگرچہ اس وقت بھی انجمن کے کارکن بحمد اللہ ان اوصاف سے خالی نہیں۔ مگر جو اہم ذمہ داریاں آئندہ انجمن کے کارکنوں پر عائد ہونے والی ہیں، ان کے اعتبار سے ہم ان کارکنوں سے اعلیٰ تر کارکن چاہتے ہیں۔ اور خدا نے چاہا تو خود یہ کارکن اپنے اوصاف کو موجودہ حالات سے زائد ترقی دیں گے۔ اور وہی ان امور کو انجام دینے کو بھی سزاوار ہوں گے۔ جب کہ ان سے یہ توقع خدا کی توفیق پر موقوف ہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ تاہم مسلمانوں کو چاہیے کہ ان اوصاف کے حضرات کی نشان دہی سے انجمن کے کارکنان کو سرفراز فرمائیں۔

۲۔ دوسری قابل لحاظ بات یہ ہے کہ یہ انجمن ملک میں اتحاد و پیدا کرنا چاہتی ہے۔ اس کے لیے ممبروں میں پھوٹ نہ ہونا ضروری امر ہے۔ اس کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیے تاکہ کارکنوں پر ملک اعتماد کرے اور وہ حضرات خود بھی کسی داخلی یا خارجی مفسدہ پرداز کے اثر کو قبول نہ کریں۔ یہ سخت مشکل ہے اور اس کے دفعیہ کی جس قدر صورتیں ہوں ہر سہی خواہ

---

[1] عبد الباری فرنگی محلی، مولانا، انجمن خدام کعبہ، ہمدرد، دہلی، ۱۰ر جون ۱۹۱۳ء، ص ۴ د
علی برادران محولہ بالا، ص ۱۰۲-۳

اسلام کا فرض ہے کہ ہم کو ان سے آگاہ کرے اور اس مشکل کے دفع کرنے کی ہر وقت کوششیں ہونی چاہییں۔ ہم خود ان امور سے انجمن کو بالکل علیحدہ رکھیں گے جو فرقہ بندی کا باعث ہیں۔ بلکہ اس پر خاص توجہ کی جائے گی کہ جس بات سے اس کا وہم بھی ہوتا ہو، وہ کیسی ہی مفید کیوں نہ ہو، ہم اس کو بغیر اس نقصان کے دفع کیے ہوئے نہ اختیار کریں گے۔ مثلاً اشاعت اسلام جتنا اہم ضروری ہے۔ اتنا ہی دشوار اور موجب افتراق ہے۔ یہ زیر بحث ہے اور غالباً اس سے انجمن کو تعلق نہ رہے گا۔ اور ہر فرقہ کے عقائد کی اشاعت اس فرقہ پر چھوڑ دی جائے گی۔ ابتدائی مدارس وہیں کھولے جائیں گے جہاں ان کی ضرورت ہو، ورنہ موجودہ مدارس کی مدد کی جائے گی۔ ہم کوئی امر ایسا نہیں کرنا چاہتے، جس میں ہم کو اس بدظنی کا اندیشہ ہو، جو بات ایسی ہو اس سے ہمیں مطلع کرنا ہمارے مسلمانوں بھائیوں کا فرض ہے تاکہ اس پر ہم غور کریں اور اس کو دفع کریں۔

۳۔ ہم کوئی راز نہیں رکھنا چاہتے بلکہ ہر امر آشکارا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ہمارے فرائض مذہبی ہیں۔ ان میں ہم کو یقین ہے کہ متحدہ اقوام بالخصوص اقوام ہند یا برطانیہ کے لوگ کبھی دست اندازی کو روا نہیں رکھیں گے۔ اور ہم کو اس کا یقین ہے کہ یہ لوگ ہرگز مقامات متبرکہ کی بے حرمتی کا گمان بھی نہیں رکھتے ہیں اس وجہ سے بلا خطرہ ہم اس انجمن کو قائم کر رہے ہیں تاہم ان کا فرض حفظ امن کے لحاظ سے یہ ہے کہ وہ کسی ایسی تحریک کو جو امن عامہ میں خلل انداز ہو یا قانون کے خلاف ہو شائع نہ ہونے دیں اسی واسطے ہم کو بھی اس کا تحفظ از بس ضروری ہے

۴۔ چوتھا امر متعلق مال کے ہے۔ کوئی کام بغیر روپے کے نہیں کیا جا سکتا۔ ضروری ہے کہ اس انجمن کا بھی چندہ کھولا جائے۔ مگر وہ چندہ ایسا نہ ہونا چاہیے جو ملک کی دیگر مفید انجمنوں کے چندہ کا سد راہ ہو۔ کیوں کہ یہی انجمنیں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے ہم اس وقت ترکی سلطنت کی تائید کر سکتے ہیں اور ملک کے فوائد ان سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس خیال سے چندہ قلیل مقدار کا رکھا گیا ہے جو صورت مشتبہ ہو اس سے ہم کو اطلاع ہونا چاہیے۔ اس کا خیال رکھا جائے۔ اسی طرح روپیہ جمع کرنے کا طریقہ ایسا ہونا چاہیے، جس میں غبن نہ ہو سکے، تیسرے مصارف کے اوپر خاص توجہ کرنا چاہیے اور وہ روپیہ جو سلطنت ترکی کو دیا جائے

اس میں تصفیہ کرلینا چاہیے کہ یہ روپیہ چونکہ خدمت مذہبی کے لیے دیا جائے گا۔ اس واسطے اس روپے سے سوائے مقامات متبرکہ کی عزت و حرمت برقرار رکھنے کے اور کچھ نہ کیا جائے ہر حالت میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ کسی قسم کی ہمدردی اہل عرب کے سامنے ایسی نہ جائے جو باعث ان کے اور ترکوں کی رقابت کا ہو اور مسلمانوں میں عداوت پیدا ہو۔ اگر خدانخواستہ ایسی کسی صورت میں ہم نے مدد کی تو بلاشبہ یہ مضر ترین فعل ہوگا۔ کسی طرز عمل سے اس کا شائبہ بھی اگر ہوتا تو ہر محب قوم و اسلام کا فرض ہے کہ ہم کو آگاہ کر دے ہم ہر طرح کی اصلاح کے لیے تیار ہیں۔"[1]

حضرت مولانا عبد الباری کا یہ مضمون کئی اعتبار سے بہت اہم ہے۔

۱۔ ۶ مئی ۱۹۱۳ء کو انجمن خدام کعبہ کا لکھنؤ میں قیام عمل میں آتا ہے اور ۱۰ مئی کو ہمدرد، دہلی میں یہ مضمون چھپ جاتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ مضمون انجمن کے دستور کی تدوین کے ساتھ مرتب کرلیا گیا ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو چار روز کے اندر مضمون لکھ کر، دہلی سے نکلنے والے اخبار میں چھپوایا نہ جاسکتا تھا۔

۲۔ یہ مضمون خود انجمن کے خادم الخدام (صدر) حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے قلم سے ہے جو انجمن کے رسمی صدر ہی نہیں اس کے بانیوں میں سے بھی تھے۔

۳۔ اس مضمون کی اشاعت کے صرف چھ دن کے بعد ۱۶ مئی ۱۹۱۳ء کو ہمدرد، دہلی ہی میں انجمن کا دستور چھپا ہے۔ گویا کہ جس تخم پاشی کے لیے زمین تیار کی گئی تھی وہ تخم زمین کے حوالے کر دیا گیا۔

ان امور سہ گانہ کی روشنی میں اس مضمون کی حیثیت دستور کی تشریح، وضاحت، بلکہ دستور کے ضمیمے کی بن جاتی ہے۔ دستور میں جن امور کی وضاحت مناسب نہیں سمجھی گئی تھی۔ اس میں ان کی صراحت موجود ہے اور جن امور کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، ان کی تفصیل ہے۔ دستور کے مطالعے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی ایک مذہبی انجمن ہے لیکن قیام انجمن کے پس منظر میں جو واقعات و حوادث کارفرما نظر آتے ہیں اور مقاصد انجمن میں

---

[1] عبد الباری فرنگی محلی، مولانا، انجمن خدام کعبہ، ہمدرد، دہلی، ۱۰ جون ۱۹۱۳ء، ص ۴ و علی برادران، محولہ بالا، ص ۲۱ و ۲۲

جن کی صاف اشارہ موجود ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انجمن گو کہنے کو تو واقعی
سیاسی نہیں لیکن اس کے قیام کا پس منظر بالکل سیاسی ہے اور آئندہ حالات کی ذرا سی
تبدیلی اس تنظیم کو سیاسی میدان میں لا کھڑا کرے گی۔ اسی لیے اس میں کافی زور اس وضاحت
پر دیا گیا ہے کہ انجمن کے پیش نظر کوئی سیاسی مقصد نہیں ہے لیکن جیسا کہ ہم آگے چل کر بحث
کریں گے، اس وضاحت کا کوئی فائدہ نہیں ہوا جیسا کہ بانیان انجمن کے ذہنوں میں پہلے
سے ہوگا۔ انجمن کے قیام کے اعلان کے ساتھ ہی سرکاری حلقوں میں شکوک و شبہات
پیدا ہو گئے اور اس کے بعد مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا شوکت علی نے صفائی کی
جتنی بھی کوششیں کیں وہ ان شبہات کے لیے مزید تقویت کا موجب ثابت ہوئیں۔

باب چہارم:

حکومت کے شبہات اور عتاب

برٹش حکومت یوں بھی ہر مذہبی، سماجی، تعلیمی انجمن کے قیام کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتی تھی، انجمن خدام کعبہ کے تو دستور العمل کی پہلی دفعہ ہی میں اس کے شکوک وشبہات کے لیے کافی سروسامان تھا۔ دستور میں کہا گیا تھا۔

"چونکہ ہمیں خانہ کعبہ کی حرمت وعزت برقرار رہنے کے بارے میں پہلے جو اطمینان حاصل تھا، وہ اب باقی نہیں رہا ہے۔ اس لیے حرمت کعبہ کی حرمت برقرار رکھنے کے واسطے اہل اسلام کی ایک "خاص انجمن" قائم کی جاتی ہے۔"

دستور کی دفعہ ۲ میں کہا گیا تھا۔

"اس انجمن کی اصلی غرض حرم محترم کی..... ہر قسم کی خدمات بجالانا اور اس کو غیر مسلم ہاتھوں سے محفوظ رکھنا ہے۔"

اس کے بعد دستور کی دفعہ ۳ شق (الف) میں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پہلی تدبیر یہ بتائی گئی ہے:

"جاں نثاران کعبہ اور حامیان توحید کی ایک ایسی جماعت تیار کرنا جو حرم محترم پر اپنی جان و مال کے قربان کرنے کو صدق دل سے آمادہ ہو۔"

انجمن کے دستور ہی میں نہ صرف برطانوی ہند میں بلکہ بشمول کشمیر و میسور، تمام مسلمان ریاستوں میں اور پڑوس کی برطانوی کالونی برما، حتیٰ کہ غیر مسلم ریاستوں تک میں جہاں انجمن اصلیہ خدام کعبہ مناسب خیال کرے، انجمن کی ادنیٰ واعلیٰ شاخوں اور تنظیموں کا جال پھیلا دینے کا اور اسلامی جماعتی زندگی اور بیداری کی ایک نئی لہر پیدا کر دینے کے عزم کا اظہار کیا گیا تھا۔

برٹش حکومت کے شکوک وشبہات کو مزید تقویت دینے کے لیے دستور میں شامل

حلف بھی تھا، جس میں ہر رکن سے یہ حلف لیا جاتا تھا کہ وہ خانہ کعبہ پر غیر مسلم حملے کے وقت جان و مال کے ایثار سے دریغ نہ کرے گا اور انجمن کے احکام کو بلا عذر و تاخیر بجالائے گا۔

یہ تمام امور نہ صرف حکومت کے حلقوں میں شکوک پیدا کر دینے کے لیے بلکہ انہیں مستحکم کر دینے کے لیے کافی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انجمن کے قیام کے اعلان کے ساتھ ہی اس کے بارے میں شکوک شبہات پیدا ہو گئے اس کا اندازہ ارباب انجمن کو بھی تھا اس لیے خادم الخدام مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا جو مضمون اس کے قیام و اعلان کے صرف چار یوم کے بعد شائع ہوا تھا، اس میں دانستہ کوشش کی گئی ہے کہ حکومت کے ارکان اسے سیاسی، انقلابی انجمن خیال نہ فرمائیں۔ لیکن یہ غلط فہمی تو کیا دور ہوتی، مولانا فرنگی محلی کے اس مضمون نے بھی شکوک شبہات میں مزید اضافہ کر دیا۔ پھر جوں جوں اس غلط فہمی کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی شکوک بڑھتے ہی گئے۔ مولانا مرحوم نے بالوضاحت یہ اعلان کر دیا تھا کہ یہ ایک خالص مذہبی انجمن ہے اور سیاست سے اس کا کوئی تعلق نہیں،

"ہمارا اس مجلس کے قائم کرنے سے نہ تو کوئی سیاسی مقصد ہے، نہ امن عامہ میں خلل ڈالنا ہے، نہ یہ کوئی سازش یا راز ہے۔ یہ انجمن امور مذہبی ہی تعلق رکھتی ہے۔"

لیکن حکومت مولانا فرنگی محلی کے اس بیان سے مطمئن نہیں ہوئی اس کی وجہ بھی اسی مضمون میں مضمر تھی اور مولانا کے دیگر بیانات اور حکومت کے خلاف ان کے شدید ردعمل نے ان شبہات کو اور مستحکم کر دیا۔ حکومت کے لیے ہر وہ نعرہ اور تحریک جس میں مسلمانوں کے تنظیم و اتحاد کی دعوت ہو، ناقابلِ برداشت تھی۔ مولانا نے تو اس مضمون میں صاف صاف اعلان کر دیا تھا اور اسی کام کو انجمن کی "بڑی غرض" بتایا کہ مسلمانوں کے آپس کے تنازعات ختم ہو جائیں اور یک سو ہو کر "ملکی کام" کرنے کی "مشق و تربیت" ہو مولانا مرحوم کے الفاظ یہ ہیں:

"اس سے ہماری بڑی غرض یہ ہے کہ باوجود مختلف خیالات و عقائد کے مسلمانوں کو ملکی کام کرنے کی مشق ہو۔ ان کو ایک جانب توجہ دلانے سے ان کے باہمی مناظرات و مباحث میں کمی ہو۔ تمام مسلمانوں کے دلوں مذہبی جوش قائم رہے اور جو غفلت میں پڑے ہیں، ان کے چونک جانے کی امید کی جا سکے۔"

یہ آپس کے اختلافات کر دور کرنا انہیں غفلت سے بیدار کرنا اور باوجود اختلاف
فکر و عقیدہ کے سب کو "ملکی کام" کے محاذ پر متحد و سرگرم عمل کر دینا اس انجمن کا مقصد وحید
تھا۔ یقین رکھنا چاہیے کہ یہ الفاظ پڑھ کر تو شکوک یقین سے بدل جائیں اور اگر برٹش حکومت
انجمن خدام کعبہ کے عزائم سے غافل ہو تو چونک پڑے۔ اسی طرح مولانا شوکت علی کا یوپی کے
سکریٹری کے نام خط میں یہ لکھنا!

"وہ خدام کعبہ جو واقعی ایک بہت بڑی مذہبی تحریک ہے اور مجھے یقین ہے کہ اسلام
کو زندہ کر دینے میں مدد کرے گی"

حکومت کو چوکنا کر دینے کے لیے کافی تھا۔ اسی خط میں وہ انجمن کے قیام کی خاص
وجہ یہ لکھتے ہیں۔

"خدمت کعبہ ہر مسلمان مرد و عورت و بچہ پر فرض ہے اور مسلمان کو
اگر وہ مسلمان رہنا چاہتا ہے تو خادم کعبہ ہونا چاہیے۔ ہماری انجمن صرف اس وجہ
سے قائم کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو خدا کے ایک ایسے حکم پر عمل کرنے میں ان کی مدد
کرے جسے انہوں نے فروگزاشت کر دیا تھا۔ خاص کر حال میں جب کہ
خادم الحرمین الشریفین خلیفۃ الرسول امیر المومنین سلطان المعظم ترکی
خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ ایسے کمزور ہو گئے ہیں کہ مقامات مقدسہ کی حرمت
غیر مسلم سلطنتوں کے خلاف قائم رکھنا ایک مشکوک امر باعتبار ان کی طاقت
کے تمام دنیا کے مسلمان خیال کرنے لگے ہیں"۔ [1]

اس کے بعد حکومت کے خاص وفاداروں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"مجھ کو یہ تحریر کرنے کی ضرورت نہیں کہ سرکار کی دس کروڑ مسلمان رعایا کس
قدر خوش ہوئی تھی، اس اعلان سے جو اوائل جنگ میں شائع کیا گیا تھا کہ اسلام
کے مقامات مقدسہ کی حرمت برقرار رکھی جائے گی۔ یہ فعل نہایت مدبرانہ تھا
اور تمام وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ عرب پاک کو سلطنت انگلشیہ میں ملا لینا چاہیے

---

[1] شوکت علی، مولانا، (خط بنام اینڈرسن، علی برادران محولہ بالا، ص ۲۲-۴۲۱

اور اس طور پر گورنمنٹ کو دھوکا دے کر اپنی زبانی وفاداری کا یقین دلانا چاہتے ہیں اس سلطنت کے سب سے بڑے دشمن ہیں اور اس قابل ہیں کہ پھانسی دے کر سب سے اونچے درخت سے لٹکا دیے جائیں۔"۱ھ

ناممکن تھا کہ ان تمام مراحلوں کے بعد بھی حکومت انجمن خدام کعبہ کے بارے میں حسن ظن میں مبتلا رہتی۔ اس کے علاوہ حکومت کے خلاف اظہار ناراضگی، خلافت وغیرہ کے سلسلے میں مطالبات میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے شدید رویے اور بیانات میں نام کے ساتھ "خادم الخدام انجمن خدام کعبہ" کے الفاظ کے استعمال نے حکومت کو انجمن کے اغراض ومقاصد کی طرف سے اور بھی بدگمان کر دیا تھا۔

۱۹۱۴ء کے اواخر میں جنگ عظیم کے چھڑ جانے کی وجہ سے حجاج کرام کی بحفاظت واپسی میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ اس موقع پر انجمن خدام کعبہ نے بڑی جرأت کا ثبوت دیا۔ اس کا اندازہ اس خط سے لگایا جا سکتا ہے جو مولانا شوکت علی نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو لکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضور والا نے وائسرائے کا دوسرا اعلان ملاحظہ فرمایا ہوگا، جس میں جرمن قوم کی جھوٹی .... تردید کی گئی ہے کہ برطانیہ نے جدہ پر گولہ باری کی۔ اس قسم کی افواہیں، ہر وقت اڑیں گی اور مخلوق میں سخت بے چینی کا باعث ہوں گی۔ اس کا علاج یہی ہے کہ حجاج وہاں ٹھہرنا شروع ہوں اور سیدھے طور..... انکار کر دیں گے..... مسلمان ہرگز اس کو پسند نہیں کریں گے کہ حجاج کی..... یا کسی وجہ سے بھی ایک منٹ کے لئے جدہ یا عرب مقدس سے خادم الحرمین الشریفین کے علاوہ کسی دوسرے کا تعلق ہو۔ بدرجہا بہتر ہے کہ حجاج وہاں ٹھہر کر مریں۔ اس لئے اب سب کی رائے ہے کہ وقت آ گیا ہے کہ حضور انجمن خدام کعبہ کی طرف سے وائسرائے بہادر سے ملیں اور حجاج کی واپسی کی نسبت ان سے دریافت کریں کہ آپ نے کیا سوچا ہے۔ انگریزی جہاز وہاں نہیں جا سکتے اور وہاں کے جہاز یہاں نہیں آئیں گے...... امریکہ، اٹلی، سویڈن وغیرہ کے جہاز..... ان کی واپسی کا انتظار کرے

گی۔ حضور۔۔۔۔ اجازت دیں کہ ہم اس کا انتظام۔۔۔۔۔ ہے کہ اس معاملے میں سلسلہ جنبانی کریں۔"[۱]

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نہ تو ارباب انجمن کو حکومت پر اعتماد تھا اور نہ حکومت انجمن کے مقاصد اور ارباب انجمن کے عزائم کی طرف سے مطمئن تھی۔ لیکن اس وقت چونکہ کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا کہ انجمن حکومت کے خلاف کوئی تحریک شروع کر دے اس لئے ایک سرد جنگ تھی جو ارکان حکومت اور ارباب انجمن کے مابین جاری تھی۔ اس کا اندازہ ہندوستانی کے وائسرائے لارڈ ہارڈنگ کے مارچ ۱۹۱۵ء کے اس خط سے لگایا جا سکتا ہے جو اس نے برطانوی حکومت کو ہندوستان کے حالات سے مطلع کرنے کے لئے سکریٹری آف اسٹیٹ کو لکھا تھا۔ اس میں اتحاد اسلامی کی تحریک اور انجمن خدام کعبہ کی کوششوں کے بارے میں صاف لکھا کہ

"ترکی کے ساتھ جنگ چھڑ جانے کے باعث ہندوستان کی پان اسلامک پارٹی قدرتی طور پر مضطرب ہے اور ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اب وہ پنجاب کے سکھ شورش پسندوں کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انجمن خدام کعبہ (جیسے مولانا شوکت علی نے قائم کیا تھا) کے صدر نے اس تحریک کی بھی مخالفت کی ہے جس کا مقصد موجودہ جنگ میں برطانوی حکومت کی حمایت میں فتویٰ کا اجرا تھا۔"[۲]

حجاز میں شریف مکہ حسین کی ترکوں کے خلاف جون ۱۹۱۶ء کی بغاوت کے بعد مولانا فرنگی محلی نے انجمن خدام کعبہ کے صدر کی حیثیت سے وائسرائے کے نام ایک تار میں مسلمانوں کی جانب سے شدید غم و غصہ کا اظہار کیا تھا۔ چونکہ یہ حقیقت ظاہر و معلوم تھی کہ شریف مکہ کو ترکی حکومت کے مقابلے میں انگریزوں کی حمایت حاصل تھی۔ اس لئے انگریزی حکومت نے مولانا کے غم و غصہ کو اپنے ہی خلاف سمجھا۔ مولانا نے اس تار میں کہا تھا کہ مسلمانوں کے مقدس مقامات کو قتل و غارت گری کے میدان میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی خواب گاہ پر یہ غاصبانہ قبضہ مسلمانوں کے لیے دل آزاری ہی کا باعث نہیں بلکہ وہ اس کے

۱؎ شوکت علی، مولانا، خط بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مورخہ ۹۔ نومبر ۱۹۱۵ء، علی برادران، محولہ بالا ص ۲۳۶

۲؎ افضل اقبال، ڈاکٹر، دی لائف اینڈ ٹائم آف محمد علی، لاہور، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک کلچر، ۱۹۷۴ء، ص ۱۱۲

ذمہ داروں" کو ہمیشہ اسلام کے دشمنوں کے طور پر یاد رکھیں گے۔[1] ظاہر ہے کہ روزنامہ اظہر پر غالباً قبضے کے ذمہ داروں سے مراد صاف طور پر انگریز اور برطانوی حکومت تھی۔ اس لئے حکومت ہند کو مولانا فرنگی محلی اور انجمن خدام کعبہ کے شدید جذبات اور عزائم کا پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا اور اسی بنا پر اس نے مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی کو جو تحریک اتحاد اسلامی اور انجمن خدام کعبہ کے بڑے رہنماؤں میں تھے، مئی ۱۹۱۵ء میں نظر بند کر دیا تھا۔ مولانا محمد علی لکھتے ہیں،

"جن وجوہ کی بنا پر حکومت نے ہماری نظر بندی کو علانیہ طور پر جائز ٹھیرایا ہے، ان سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ ماسوائے اس ایک واضح سبب کے کہ ہم علی الاعلان اپنے مسلمان بھائیوں، ترکوں کے لئے ہمدردانہ جذبات کو ابھارتے رہے ہیں اور ان کا برملا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اس کے خلیفۃ الرسول کی اطاعت و فرمانبرداری کا اعلان اور ان کی حمایت کی ہے۔ مئی ۱۹۱۵ء میں ہمارے اوپر عائد کی گئی پابندیوں کے پس پشت بھی یہی وجہ کارفرما تھی۔ جس کا اظہار حکومت کی طرف سے ستمبر ۱۹۱۷ء میں کہیں جا کر کیا گیا۔ اور اسی ایک سبب کو بنیاد بنا کر حکومت نے تقریباً دو ماہ کے بعد اپنے احکام نظر بندی میں ترمیم و تخفیف کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ بعد ازاں نومبر ۱۹۱۸ء میں انجمن خدام کعبہ اور پان اسلامزم کے سلسلے میں ہم پر جو مبہم اور بے بنیاد الزامات عائد کئے گئے، ان کا محرک بھی ہمارا ترکوں سے وہی جذبہ ہمدردی تھا۔ اور آخر کار اس مرتبہ بھی ہماری نظر بندی کے جواز میں یہی ایک سبب بتایا گیا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر حکومت نے خصوصی کمیٹی کی سفارشات اور رائے کو مسترد کر دیا ہے جس کے تحت کمیٹی نے حکومت سے ہماری فوری رہائی کے لیے اصرار کیا تھا۔"[2]

حکومت کی بدگمانیوں کی کیفیت کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ اس کے علم میں آیا کہ مولانا شوکت علی چھنڈواڑہ کی مسجد میں نماز پڑھاتے اور خطبہ جمعہ دیتے ہیں تو ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ نماز و خطبہ میں کیا پڑھتے ہیں؟ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نام خط میں مولانا شوکت علی لکھتے ہیں:

"اب مجھ سے دوبارہ دریافت کیا گیا ہے کہ میں نے نماز میں کیا پڑھا تھا۔ اس کے

---

[1] ایضاً، ص ۱۶۸ [2] افضل اقبال، ڈاکٹر، دی لائف اینڈ ٹائم آف محمد علی، محولہ بالا، ص ۳۵-۱۳۴۔

جواب میں، میں نے پورا خطبہ بھیج دیا۔ اور اس میں اس حصے کا ترجمہ بھی بھیج دیا، جس کا تعلق حضور سلطان المعظم خلیفۃ الرسول خادم الحرمین الشریفین سے تھا، تاکہ ان کو معلوم ہو جاتا کہ مسلمان کس طرح سے اپنے خلیفہ کے لیے دعا مانگنے کے عادی ہیں۔ یہ کتاب خطبوں کی میری ملکیت نہ تھی بلکہ مسجد کی ملکیت تھی اور تقریباً ۳۰ برس ہوئے کہ طبع ہوئی تھی۔ میں نے جو نماز میں قرآن پاک تلاوت کیا تھا، وہ بھی مع ترجمہ کے لکھ دیا۔۔۔۔۔۔ دعا میں نے وہ پڑھی جو برسوں سے پڑھتا ہوں اور اسلام کی ترقی، اس کے دشمنوں کی تباہی، کفر کا دنیا سے غائب ہونا، مسلمانوں کو قوت ایمانی کا نصیب ہونا، دین کی راہ میں ہر ایک کو توفیق ہو تاکہ وہ جان، مال، وقت، قابلیت سب کچھ خوشی سے صرف کرے، حضور سلطان المعظم خلیفۃ الرسول کے لیے دعا کہ خدا ان کی مدد فرمائے اور ان کے مرتبہ میں ترقی کرے عساکر مسلمین کے لئے دعا، وہ دعا جو ہمیشہ مانگتا رہا ہوں۔" [۱]

لیکن حکومت ان کے کسی بیان سے مطمئن نہیں ہوئی اور اب تک جو وہ یونیورسٹی (علی گڑھ) کے معاملات پر یا خدام کعبہ کے کاموں کو جاری رکھنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے تھے اور بیانات و مراسلات کا اجراء و اشاعت، دفتر کی تنظیم، چندے کی وصولیابی اور دیگر امور کی نسبت وہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی خادم الخدام اور دوسرے حضرات کے نام بہ سلسلہ مشورہ یا بطور ہدایات تحریر فرماتے تھے، اب انہیں اس سے بھی روک دیا گیا۔ ۳۰ مارچ ۱۹۱۶ء کے مکتوب بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی میں لکھتے ہیں:

"خط و کتابت کے بارے یہ قطعی فیصلہ نہیں ہوا کہ کونسی خط و کتابت خانگی تھی، علی گڑھ وغیرہ کے معاملات پر اجازت ہے مگر مسلم یونیورسٹی کی نسبت نہیں۔ "خدام کعبہ" پر خط و کتابت میں نہیں کر سکتا کیونکہ اس کو یہ حضرات پولیٹیکل کہتے ہیں۔ میں نے بھی عرض کر دیا کہ نفس خدمت کعبہ سے تو میں کسی وقت بے تعلق نہیں ہو سکتا۔ رہا انتظامی امور میں مشورہ دینا تو اس میں اپنی دوری کی وجہ سے ویسے بھی مجبور تھا اور بفضلہ تعالیٰ اس کے خواہاں بہت موجود ہیں۔ ہم نے خود ہی تا اختتام جنگ اپنے کاروبار کو کم کر دیا ہے۔ مگر اس مقدس اور قابل قدر کام کو پولیٹیکل ٹھہرانا ایک نہایت تعجب انگیز امر تھا

---

[۱] شوکت علی، مولانا، خط بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی مورخہ ۱۵۔ فروری ۱۹۱۷ء، علی برادران محولہ بالا، ص ۲۵۴۔

کل کو نادان لوگ فقط غیر واقفیت کی بنا پر قرآن کو پولیٹکل کہہ دیں گے۔" [۱]

مرض بڑھتا گیا۔۔۔!

اگرچہ انجمن کے رہنماؤں نے بظاہر یہی کہا کہ یہ ایک مذہبی انجمن ہے اور اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، لیکن مسلمانوں میں نظم و اتحاد کی کوشش، انہیں بیدار کرنے، انہیں بہترین مسلمان بنانے اور اسلام کو زندہ کر دینے کی تحریک، نیز ملک و قوم کی خدمت کی مشق و تربیت، حکومت ترکی اور عربوں کی ہر قسم کی امداد، انگریزوں کے حلیف شریف مکہ حسین کے خلاف شدید نفرت کا اظہار اور حجاز مقدس میں فتنہ و فساد کے اصل بانیوں اور ذمہ داروں کو دشمنان اسلام کے طور پر یاد رکھنے کی دھمکی اور ایک خاص مکتبۂ فکر کے علما و مشائخ کے ایک ایسے فتوے کی مخالفت جس سے جنگ عظیم میں برطانوی حکومت کو تقویت پہنچنے کی امید تھی یہاں تک کہ بقول مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے ہندو مسلم اتحاد بھی انجمن خدام کعبہ کے کارنامے میں شامل تھا [۲] یہ تمام مساعی ایسے تھے جنہوں نے انجمن خدام کعبہ کو ایک دینی اور مذہبی تحریک سے کچھ زیادہ ثابت کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ "انجمن کے سیاسی مقاصد و نصب العین" کے بارے میں حکومت کو جو غلط فہمی پیدا ہوئی تھی وہ کبھی دور نہیں ہوئی اور سر ولیم بارٹن کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ انگریزوں نے انجمن خدام کعبہ کو صرف ایک سیاسی انجمن ہی نہیں سمجھا بلکہ اسے ایک "خفیہ انجمن" اور اس کے ارکان کو انقلاب پسند سمجھا تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"مسلم ہندوستان میں ہمیشہ مذہبی جذبات کام کرتے رہے ہیں جن میں برطانیہ اور ہندوؤں کے خلاف برابر نفرت کا اظہار کرتے ہوئے، وہ دوبارہ اسلامی حکومت قائم ہونے کا خواب دیکھتے رہے۔ ان جذبات کو خفیہ انجمنیں مثلاً خدام کعبہ، دارالعلوم دیوبند وغیرہ ہوا دیتی رہتی ہیں۔" [۳]

خدام کعبہ کے بارے میں بارٹن کے ان جملوں سے برٹش حکومت کے انداز فکر کا اندازہ ہو جاتا ہے لیکن چونکہ یہ مصنف کا نقطہ نظر ہے اس لئے اسے کلیتہً حکومت کی رائے قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن ڈاکٹر

۱۔ ایضاً، خط (مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۱۴ء) ص ۴۵۶۔
۲۔ جمال میاں فرنگی محلی، مولانا، حرف آغاز (خطوط و مقالات مولانا شوکت علی، علی برادران، محولہ بالا) ص ۱۲
۳۔ بارٹن، ولیم، انڈیاز نارتھ ویسٹ فرنٹیر، لندن، جان مرے، ۱۹۳۹ء، ص ۵۵۔ نیز دیکھیے "سرحد اور جدوجہد آزادی" (اللہ بخش یوسفی) لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۷ و اقبال کے ممدوح علما (قاضی افضل حق قریشی) لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۱۴۔

انٹیلی جنس، سی آر کلیولینڈ کے ایک نوٹ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۱۴ء سے جو اس نے اپنے اسسٹنٹ کی رپورٹ پر لکھا تھا، حکومت کے نقطۂ نظر کا علم بخوبی ہو جاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"حسب ذیل یادداشت میرے اسسٹنٹ ڈائرکٹر مسٹر ایزامنگر کی تحریر کردہ ہے جو اس نے نوتشکیل شدہ انجمن کے بارے بارے میں پیش کی ہے۔ اس انجمن کے بارے میں بہت سے لائق مبصرین کا خیال ہے کہ وہ ہندوستان کی سیاسی تحریکوں میں ایک اہم عنصر کی حیثیت حاصل کرے گی اس سوسائٹی کے حقیقی اغراض کے بارے میں شکوک پائے جاتے ہیں، مجھے اس بات کا تجسس ہے۔ کہ آیا یہ سوسائٹی کی حکومت قوت اور استحکام کا باعث ہو گی یا اس کے ضعف کا سروسامان کرے گی؟ اور یہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد میں استحکام پیدا کرے گی یا اس کی کمزوری کا سبب بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ اور بالآخر یہ کہ یہ سوسائٹی دیوبندی اور بعض دیگر مسلمانوں کی طرح مجرمانہ سیاسی پروپیگنڈے میں ملوث ہو جائے گی اور اس کی حوصلہ افزائی کرے گی یا حوصلہ شکنی کرے گی؟ یہ سوالات ہیں جن پر غور کرنا چاہیے۔

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ وہ جماعت، جس کے لئے یہ سوسائٹی ایک مضبوط ہتھیار کی حیثیت سے کام کرے گی، اس کے موجودہ لیڈر اولاً تو اپنے ذاتی مفادات پیش نظر رکھتے ہیں اور ثانیاً ان کے سامنے اپنا وہ زاویہ نگاہ ہے جو وہ سیاسی و مذہبی معاملات میں رکھتے ہیں میری یہ بھی رائے ہے کہ وہ اس امر سے بے پروا ہیں کہ وہ جن عزائم کے حصول کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ملک اور عوام کے مختلف طبقوں کو ایک ہیجان میں مبتلا کر دیں گے اور خطرات میں گھسیٹ لیں گے۔ اس لئے میں اس سوسائٹی کو خطرناک تصور کرتا ہوں اور میرے لئے یہ یقین کرنا ناممکن ہے کہ اس کے منتظمین اس کو پر خطر بنانا نہیں چاہتے۔ یہ جارحیت پسند ہے۔ نہ کہ امن پسند۔ ہندوستانی عوام اور حکومت اس کی جارحیت پسندی کا ناگوار احساس ضرور کرے گی۔

سوسائٹی کے جوشیلے افراد کے نزدیک یہ قابل جواز انتقام کا ایک حربہ ہے۔ بلاشبہ یہ سوسائٹی مختلف مرحلوں سے گزرے گی۔ فی الحال اس کے لیڈر حکومت کے سامنے بھیڑ کی کھال میں آنا چاہتے ہیں، لیکن میرا خیال ہے کہ وہ اپنا اصل روپ نہیں چھپا سکتے۔ بہر کیف اس سوسائٹی پر صوبائی اور امپیریل سی آئی ڈی کی نظر رہنی چاہیے۔ میں اس امر پر اظہار افسوس کئے بغیر نہیں

رہ سکتا کہ ہندوستان میں ایک مسلم تنظیم کے ساتھ صورت معاملہ یہ ہو" [۱]

ایزامنگر کی رپورٹ محررہ ۲۰۔فروری ۱۹۱۴ء میں جن لوگوں کا ذکر ہے۔ان میں مولانا محمد علی کا نام سب سے پہلے ہے۔پھر مولانا شوکت علی کا ذکر ہے کہ وہ علی گڑھ میں اس کا رسوخ بڑھا رہے ہیں۔اس کے بعد مولانا عبد الباری فرنگی محلی کا کہ وہ لکھنؤ میں مسلمانوں کو ابھار رہے ہیں اور چندہ جمع کر رہے ہیں۔ان کے متعلق ایک خاص فقرہ یہ ہے۔

"He is reported to be sincere but ignorant and bigotted, and in consequence, probably an unwitting Tool of politicians such as Mohamad Ali".

(ان کے بارے میں اطلاع ہے کہ وہ مخلص لیکن سادہ لوح اور سخت متعصب ہیں اور محمد علی جیسے سیاستدانوں کے ہاتھوں میں ایک بے خبر ہتھیار کی حیثیت رکھتے ہیں۔)

ان حضرات کے علاوہ بارہ بنکی کے مشیر حسین قدوائی کا ذکر ہے کہ وہ ایک آلہ کار ہیں،پھر ان کے بھائی خان بہادر مقبول حسین کا ذکر کیا گیا ہے کہ سلطان ترکی نے انھیں اسلام کی خدمات کے سلسلے میں قسطنطنیہ میں خطاب دیا تھا۔وہ پان اسلام ازم کے زبردست حامی ہیں، مضمون نگار ہیں لیکن مسلمانوں میں ان کا رسوخ کم ہے۔اس رپورٹ میں انجمن خدام کعبہ کے قیام کے لئے ابتدائی کوششوں کے بارے میں لکھا ہے۔

"۹-اپریل ۱۹۱۳ء کو مشیر حسین کا ایک خط الہلال (کلکتہ) میں شائع ہوا [۲] جس میں ایڈیٹر سے کہا گیا کہ وہ ان کی اسکیم کی اشاعت کریں چنانچہ ۲۳-اپریل کی اشاعت میں اسکیم

---

[۱] کلیولینڈ، سی آر ،تعارف انجمن خدام کعبہ، ۱۴-۱۹۱۳ء کریمنل انٹیلی جنس آفس سے سیکریٹ فائل رجسٹریشن نمبر اتپنج ۱۳۷/۸ (بہ شکریہ جناب ضیاء الدین لاہوری)

[۲] الہلال کی اسی اشاعت میں مشیر حسین قدوائی کا ایک مفصل مقالہ بعنوان "ہلال وصلیب اور مستقبل اور اسلام" (ص ۲۱-۲۶) "مقالات" کے صفحے پر شائع ہوا ہے۔اس مقالے کے آخر میں وہ مولانا آزاد کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں "آپ نے جو پالیسی اختیار کی ہے اور جس عظیم الشان خدمت کو اپنے ذمہ لیا ہے، وہ یقیناً اصلی اور صحیح علاج ہے آپ مسلمانوں میں مذہبی روح پھونکنا چاہتے ہیں اور معارف قرآن کے ذریعے سے بیشک اس کا اثر ہوگا، بلکہ بہت کچھ ہو چکا ہے، لیکن وقت اس کا مقتضی ہے کہ اس کے اثر کو ضائع نہ کیا جائے اور کوئی عملی کام شروع کر دیا جائے۔ کچھ کرنا ہے اور جلد کچھ کرنا ہے الہلال کی روشنی ہندمیں پھیلی رہی ہے میں تو بے کار ہو رہا ہوں خدام کعبہ کی اسکیم چلے تو اسی کام کو کر دوں،

شائع کردی گئی[۱] ۶ مئی کو شوکت علی اور محمد علی لکھنو آئے اور مولوی عبدالباری کے گھر پر ایک اجتماع میں مشیر حسین کی اسکیم پر بحث اور اصلاح و ترمیم کی گئی .... اجتماع میں موجود تمام افراد نے قرآن پاک پر حلف اٹھایا کہ وہ اس اسکیم پر عمل کریں گے۔ اس موقع پر ایک کمیٹی تشکیل کی گئی جس کے ارکان حسب ذیل تھے: مولانا عبدالباری فرنگی خادم الخدام شیخ مشیر حسین قدوائی شوکت علی معتمدین، حکیم عبدالولی آف لکھنو، ڈاکٹر ناظر الدین حسن بیرسٹر لکھنو اور مولانا محمد علی ایڈیٹر کامریڈ۔"[۲]

ہنگامہ دار و گیر :

انجمن خدام کعبہ کی حیثیت اور نوعیت، اس کے عزائم کے بارے میں شبہات اور اس کے ارباب و کارکنان کی سرگرمیوں نے ان کے دار و گیر کا ہنگامہ اور قید و نظر بندی کا سر و سامان پیدا کر دیا علی برادران کی گرفتاری و نظر بندی کے پس منظر کے بارے میں مولانا محمد علی کا بیان گزر چکا ہے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اصل سبب انجمن خدام کعبہ کی سرگرمیاں تھیں۔ مولانا شوکت علی کی گرفتاری کی اصل وجہ بھی انجمن کے مقاصد کے لئے ان کی جد و جہد ہی تھی۔ مولانا محمد علی اپنی خود نوشت میں لکھتے ہیں:

"دہلی پہنچا تو میرے پاس حکومت دہلی کی طرف سے نظر بندی کا حکم آگیا۔ اس حکم میں میرے بھائی شوکت علی صاحب بھی شامل تھے، جن کا حاجیوں کے لئے بڑی سرگرمی سے کام کرنے کے علاوہ صرف یہی ایک جرم تھا کہ میری دہلی کی غیر حاضری میں، وہ پچھلے ایک ماہ سے میرے مالی انتظامات کی دیکھ بھال کر رہے تھے، نیز انہوں نے نظر بندی کے اس حکم کی بڑی کامیابی سے پیروی کر کے، جو ہز ہائی نس نواب رام پور سے مجبوراً گیا گیا تھا، منسوخ کرادیا تھا۔"[۳]

انجمن کے خدام اور شیدائیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی رویہ اختیار کیا گیا بیشتر کارکن اپنی جماعت کے رہنماؤں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ دفتر کے کاغذات، خطوط، ارکان کے نام پتوں

---

[۱] مشیر حسین قدوائی کی یہ اسکیم "مراسلات" کے صفحے پر "مجلس خدام کعبہ" کے عنوان سے ایڈیٹر الہلال کے ایک تعارفی نوٹ کے ساتھ شائع ہوئی ہے (ص ۱۶ - ۱۸)

[۲] گلیولینڈ، سی آر، انجمن خدام کعبہ، محولہ بالا،

[۳] سرور، محمد، مولانا محمد علی — بہ حیثیت تاریخ ساز کے، لاہور، سندھ ساگر اکادمی ۱۹۶۲ء، ص ۱۲۸

اور کوائف کے رجسٹر اٹھا کر پولیس کے حوالے کر دیے۔ ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی گئی تو دفتر پر قبضہ کر لیا اور ارباب انجمن کو اس سے بے تعلق کر دیا۔ اور جیسا کہ مولانا شوکت علی کے خط سے اندازہ ہوتا ہے۔ اپنی شرارتوں سے انہیں ناکوں چنے چبوا دیے اور بالآخر علی برادران کی قید و نظر بندی کے لئے تمام سر و سامان مہیا کر دیا۔ ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ارکان انجمن کو ان کے ضلعوں اور قصبوں ہی میں داب، دھونس، سختی، تشدد، لالچ کے ذریعے سے اسی طرح خاموش کر دیا گیا کہ پھر کوئی آواز ملک کے کسی گوشے سے نہ اٹھ سکی۔ اقبال شیدائی لکھتے ہیں:

"پورے ملک میں نو شیدائیان کعبہ تھے اور جب جنگ شروع ہوئی تو آٹھ شیدائیوں نے استعفا دے دیا، صرف میں نے استعفا نہیں دیا۔"[1]

جیسا کہ اقبال شیدائی نے اپنی سرگزشت میں لکھا ہے، انہیں اس تحریک سے جدا کرنے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے گئے تھے۔ ان کے خاندان کے افراد سے، علاقہ کے بااثر اصحاب سے، حکومت کے ضلعی حکام سے ان پر دباؤ ڈلوایا گیا۔ خود اقبال شیدائی کے بھائی کو دھمکی دی گئی کہ اگر انہوں نے اقبال کو اس کی سیاسی سرگرمیوں سے باز نہ رکھا تو انہیں ملازمت سے برطرف کر دیا جائے گا۔ خود انہیں روشن مستقبل کا لالچ دیا گیا اور تحریک سے الگ نہ ہونے کی صورت میں انہیں مستقبل کے شدائد و مصائب سے ڈرایا گیا، لیکن جب ان پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا تو انہیں نظر بند کر دیا گیا۔ مئی ۱۹۱۵ء میں علی برادران کو نظر بند کیا گیا تھا اگست میں تحریک کے سب سے فعال خادم اور شیدائی محمد اقبال شیدائی کو نظر بند کر دیا گیا۔ اور صرف اس ایک شیدائی کی نظر بندی کی بدولت پنجاب اور خصوصاً سرحد میں تحریک پانی کے بلبلے کی طرح بیٹھ گئی۔ بیشتر کارکن ابتلاء و آزمائش اور شدائد و مشکلات کے تصور سے داعیہ خدمت سے دستبردار ہو گئے اور خدمت کعبہ کے عہد اور وفا کے میثاق کو توڑ دیا۔ جنہوں نے استقامت دکھائی ان کے لئے مشکلات پیدا کر دی گئیں۔ سرحد کی حالت کے بارے میں اللہ بخش یوسفی لکھتے ہیں:

"بہر حال جب اوّل جنگ عظیم کے بادل فضا میں منڈلانے لگے تو حکومت نے صوبہ سرحد میں اس انجمن کی طرف توجہ دی اور پہلا عتاب حکیم محمد امین پر گرا جو پشاور کے مشہور

۱؎ اقبال شیدائی، محمد، انقلابی کی سرگزشت، لاہور، روزنامہ امروز، ۱۱۔ نومبر ۱۹۶۸ء، ص ۴

حکیم محمد عبداللہ کے فرزند اور بازار پل بختہ میں پنساری کی دکان کرتے تھے۔ انہیں انجمن خدام کعبہ کے پشاور میں خزانچی ہونے کا فخر حاصل تھا۔ ان سے اراکین کی تعداد جمع شدہ رقم اور اس سلسلے کی دوسری معلومات حاصل کرنے کے لیے ان پر رعب ڈالا جاتا رہا اور رجب علی براور ان نظر بند ہوئے تو خود بخود یہ انجمن بھی ختم ہو گئی اور حکیم کا بھی آزمائش سے بچ نکلے۔[۱]

حکومت سرحد کے اس رویے سے دوسرے علاقوں میں برٹش حکومت کے طرز عمل کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱؎ یوسفی، اللہ بخش، سرحد اور جدوجہد آزادی، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۷

باب پنجم:

انجمن کا ترجمان: خدام الکعبہ

کسی تحریک کو عوام میں مقبول بنانے، اسے کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لئے مقاصد کی تعلیم و اشاعت (پروپیگنڈے) کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدام کعبہ نے شروع ہی سے اس ضرورت کو محسوس کر کے "خدام الکعبہ" کے نام سے تحریک کیلئے ایک ترجمان اور تبلیغی رسالے کے اجرا کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کیلئے سر و سامان کی فراہمی میں چند ماہ لگ گئے۔ مولانا شوکت علی اس کے مدیر اور سید جالب دہلوی اس کے نائب مدیر تھے۔ رسالے کے پانچ شمارے میری نظر سے گزرے ہیں۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پہلا شمارہ رجب ۱۳۳۲ھ مطابق جون ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا تھا۔ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ (نومبر ۱۹۱۴ء) میں چھ شماروں پر اس کی پہلی جلد کا خاتمہ ہوا۔ محرم ۱۳۳۳ھ (دسمبر ۱۹۱۴ء) سے دوسری جلد کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد کا کوئی شمارہ نظر سے نہیں گزرا، اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے بعد جاری رہا تو کب تک!

اس کے لکھنے والوں میں مولانا شوکت علی (مدیر) کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی، سید شمس الدین قادری، مشیر حسین قدوائی، ظفر احسن علوی، شیخ عبدالعزیز سندھی، ڈاکٹر شیخ عبدالرحمن اور فاطمہ صغرا (بنت خواجہ احمد حسن انصاری) معتمدہ زنانہ انجمن خدام کعبہ شاخ جمعیت عالیہ دہلی اور شعرا میں عشرت، حالی اور شفق عماد پوری شامل ہیں۔ بعض مضامین الہلال، کلکتہ اور ہمدرد، دہلی سے منقول ہیں۔ محرم ۱۳۳۳ھ میں اعلان کیا گیا کہ ہم رسالہ خدام الکعبہ کے لئے مختلف عنوان قائم کرتے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

"۱۔ متفرقات: رسالہ سے متعلق مختصر نوٹس، ۲۔ جذبات: اس ذیل میں منظومات درج ہوں گی، ۳۔ انجمن خدام کعبہ: خاص تحریک خدام کعبہ سے متعلق معلومات، رپورٹیں تبلیغی، تعلیمی اور دیگر مساعی، ۴۔ عالم اسلام: مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی تاریخی جغرافیائی اور دیگر معلومات و خصوصیات، ۵۔ آثار مقدس: مسلمانوں کے مقدس مقامات و عمارات کا حال"[۱]

۱۔ متفرقات، خدام الکعبہ، محرم الحرام ۱۳۳۳ھ، ص ۱

اس کے علاوہ یہ اعلان بھی کیا گیا کہ ہم خانۂ کعبہ اور مکۂ مکرمہ کے متعلق، جغرافیائی اور تاریخی حالات کا ایک اچھا ذخیرہ جمع کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز جلد ایک مستقل سلسلہ بنام "کعبۃ اللہ" ضمیمہ کے طور پر رسالہ کے ہمراہ نکالا کریں گے۔[1]

اوپر کی تفصیل کے مطابق اس شمارے میں بھی متفرقات، جذبات اور انجمن خدام کعبہ کے عنوانات ہمیں نظر آتے ہیں۔ لیکن رسالے میں اتنا ہی نہیں اس سے زیادہ ہے۔ اس میں "دعوت الی الحق" کے عنوان سے دعوتی و تبلیغی اداریہ ہے۔ "دیار محبوب" کے عنوان کے نیچے "مدینۃ الرسول" پر ایک تاریخی مضمون کی ایک قسط ہے۔[2]

"عذرائے حلیمہ" کے عنوان سے ایک اصلاحی افسانہ ہے۔ اسی رسالے کے شروع میں خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم پر اداریہ آخر میں حضرت علامہ شبلی مرحوم پر تعزیتی مضامین ہیں۔ خواجہ حالی مرحوم پر مضمون کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

"نشاۃ ثانیۂ اسلام میں جن بزرگوں کو ہندوستان کے مسلمانوں کی سچی خدمت کرنے کا فخر حاصل ہوا ہے ان میں خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی کا اسم گرامی سنہری حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے۔" (ص ۳)

علامہ شبلی مرحوم کا تعلق چونکہ خدام کعبہ سے بھی تھا اس لئے مضمون میں پہلے اسی تعلق کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ان کی ذات گرامی کے دیگر حقائق اور خدمات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ابتدائی دو مختصر پیراگراف یہ ہیں:

"انجمن خدام کعبہ کی جمعیت اصلیہ کے زبردست رکن شمس العلما، مولانا شبلی نعمانی کا ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی ذات انجمن کے نظام میں ایک بہترین معاون و مشیر تھی اور ابتدا میں ترتیب دستور العمل کے وقت ان کی اصابت رائے نے بڑے دقتوں اور مشکلات کو آسان کیا۔

مسلمانوں کی قوم جس کا گھر کبھی علم و تصانیف کے خزانوں سے بھرا پڑا تھا۔ اس زمانہ اذا الصحف نشرت میں اگر کسی پر فخر کرتی ہے تو وہ علامہ شبلی کا وجود تھا ان کی قلم و زبان کی بدولت وہ فراموش خواب یاد آ جاتے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے علوم و تاریخ کو مغرب کے پسندیدہ طرز اور روایت کے سانچے میں ڈھال کر اسلامی خدمت

---

[1] ایضاً، ص ۱۔ [2] اس مضمون کی پہلی قسط شوال ۱۳۳۲ھ (ستمبر ۱۹۱۴ء) کے شمارے میں آئی تھی (ص ۳ تا

کی، اور موثر اور دلچسپ طریقے سے سمجھایا" (ص ۳۹)

ان تعزیتی مضامین پر چونکہ مصنف کا نام درج نہیں ہے۔ اس لئے قیاس کیا جانا چاہیے کہ یہ مولانا شوکت علی کی نادر تحریرات ہیں ہے۔

شوال ۱۳۳۲ھ کے پرچہ میں انتقادات کا صفحہ بھی ہے۔ جس میں، اسوہ حسنہ میرٹھ (مدیر مولوی احسان الحق)، ظریف، لاہور اور الندوہ، لکھنو (مدیر مولوی اکرام اللہ خان ندوی شاہجہان پوری) پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ (ص ۴۹، ۵۰) اسی شوال کے پرچے میں انجمن خدام کعبہ کے وفد حجاز کے خطوط بھی ہیں۔ وفد کو دو حصوں میں ترتیب دیا گیا تھا۔ پہلے حصے کے سربراہ سیٹھ عبدالرحمن صالح احمد ساکن کراچی تھے اور ارکان احمد سعید و شیخ احمد جان حاجان تھے، وفد کا یہ حصہ یکم اگست ۱۹۱۴ء کو بمبی سے "میرمن آباد" جہاز سے روانہ ہوا تھا۔ وفد کے دوسرے حصے کے سربراہ مولوی عبدالعزیز ضلع دار نہر، منچن آباد، ریاست بہاول پور تھے جو ٹرنر ماریسن کمپنی کے جہاز "جلنگا" سے ۱۵ ستمبر کو روانہ ہوئے تھے۔ زیر نظر شمارے میں دونوں وفدوں کا ایک ایک خط شامل ہے جس سے اس زمانے میں سفر حج کی مشکلات کا اندازہ ہوتا ہے (ص ۴۱ تا ۴۷)

معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ کی اشاعت میں باقاعدگی نہیں تھی۔ ایک شمارے کے لئے چالیس صفحے مقرر تھے لیکن صفحوں کی تعداد ہمیشہ کم بیش رہی مثلاً رمضان ۱۳۳۳ھ کا پرچہ ۶۰ صفحوں کا ہے اور شوال کا پرچہ ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ ذی الحج کا شمارہ صرف ۱۶ صفحے کا ہے۔

خدام الکعبہ ہمدرد پریس دہلی میں چھپتا تھا اور دہلی ہی سے شائع ہوتا تھا۔

میرا خیال ہے کہ اشاعت میں یہ بے قاعدگی اور صفحات کی کمی بیشی اس وجہ سے ہوئی ہو گی کہ زائرین و حجاج کی خدمت کے سلسلے میں مولانا شوکت علی چونکہ زیادہ تر بمبی میں مقیم اور حجاج کی عملی خدمات میں مصروف رہتے تھے اس لئے رسالہ کی ترتیب و اشاعت پر وہ پوری توجہ نہ دے سکتے تھے۔ ۱۹۱۵ء میں نظر بندی سے قبل وہ کچھ عرصہ دہلی میں مقیم رہے لیکن اس زمانے میں ان کا زیادہ وقت مولانا محمد علی کے دہلی و رام پور کے بعض مسائل کو سلجھانے کے لئے بھاگ دوڑ اور پریشانیوں میں بسر ہوا۔ تا آنکہ مئی ۱۹۱۵ء میں انہیں نظر بند کر دیا گیا۔

باب ششم :

خدمات

انجمن خدام کعبہ کے مقاصد میں اگرچہ کافی وسعت تھی، تبلیغ اسلام، قیام مدارس، اتحاد بین المسلمین وغیرہ بھی اس کے دائرہ مقاصد سے باہر نہ تھے۔ لیکن انجمن کے قیام کا مقصد اولین "حرمت کعبہ کا تحفظ" تھا۔ ۱۹۱۴ء میں "خدام الکعبہ" کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ جو انجمن کے اغراض و مقاصد کی تبلیغ و اشاعت کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ اس کے سرورق پر فارسی کا یہ شعر درج تھا :

در بیاباں گر بشوقِ کعبہ خواہی زد قدم
سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

اندرونی صفحات میں رسالہ کے مقاصد و قواعد درج ہیں اس کا سرعنوان حافظ شیرازی کا مشہور شعر بہ تصرف ادنیٰ اس طرح درج ہے :

ما قصۂ سکندر و دارا، نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت "بیت الحرم" مپرس[1]

رمضان المبارک ۱۳۳۲ء کے شمارے میں "ذکر مقصود" کے زیر عنوان مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا ایک "نیاز نامہ بخدمت جمیع خدام کعبہ و جملہ خادمان توحید و فرزندان اسلام" شائع ہوا ہے، اس کا سرعنوان یہ شعر ہے :

تولّٰے مرکزِ دیں یعنی بیت اللہ کی خدمت کا
ہے اصلی مدعا خدام کعبہ کی جماعت کا

مولانا شوکت علی نے اپنے ایک مضمون میں بھی جو انجمن خدام کعبہ کی جمعیت اصلیہ کے جلسہ منعقدہ ۲۲۰۔جولائی ۱۹۱۴ء کی روداد پر مشتمل ہے، اسی شعر کو سرعنوان بنایا ہے۔[3]

---

[1] خدام الکعبہ، بابت ماہ شوال ۱۳۳۲ھ ص ۱۔ اصل شعر میں "بیت الحرم" کے بجائے "حدیث مہر و وفا" ہے۔
[2] ایضاً، بابت ماہ رمضان ۱۳۳۲ھ، ص ۸ [3] ایضاً، بابت ماہ شوال ۱۳۳۲ھ، ص ۹

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انجمن کے مقاصد میں وسعت کے باوجود توجہ کا اصل مرکز کعبہ کی خدمت اور اس کی حرمت کا تحفظ تھا۔ اس لئے سب سے پہلے انہی امور کی طرف توجہ دی گئی جن کا تعلق خاص اس سلسلے سے تھا۔ مولانا شوکت علی نے رسالہ "خدام الکعبہ" میں ایک مقام پر ایک نوٹ میں سب سے پہلے اسی مقصد کی تکمیل کی طرف توجہ کرنے کی صراحت کی ہے اور لکھتے ہیں:

"انجمن خدام کعبہ کے اغراض و مقاصد میں حرمین شریفین کی آمد و رفت کے وسائل و ذرائع روز بروز وسیع و آسان کرنا بھی ہے۔ چنانچہ انجمن ہذا نے اس بڑے کام کو سب سے پہلے شروع کیا۔"[1]

مولانا شوکت علی نے اس کام کو نہایت محنت اور تندہی سے انجام دیا۔ اس کام کا سب سے بڑا میدان بمبی تھا۔ انہوں نے بمبی کو مرکز قرار دیا اور معاملات کی اصلاح و درستگی کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گئے اور حجاج کی خدمت اور سفر حج میں ان کی رہنمائی کی مثال قائم کر دی۔ مولانا شوکت علی نے اپنے مضمون میں ان متعدد خدمت گزاران حجاج اور ان کے کاموں کا تعارف کرایا ہے۔ جو بمبی میں سرگرم عمل تھے اور حجاج کی مختلف خدمات انجام دے رہے تھے۔ مولانا لکھتے ہیں:

"حسب ذیل اصحاب نے اپنا عزیز وقت انجمن کی نذر کیا ہے، جو دن بھر اسٹیشنوں، مسافر خانوں، محافظ حجاج کے دفتر اور ٹکٹ گھروں میں حاجیوں کے آرام کی نیت سے چکر لگاتے ہیں۔

۱۔ مولوی حاجی خلیل الدین احمد صاحب سابق سب رجسٹرار پروفیسر عسکریہ تاشقند (روسی ترکستان) بخاری، روسی، انگریزی، اردو جانتے ہیں۔

۲۔ مسٹر محمد عبدالعزیز صاحب مالک و منیجنگ پروپرائیٹر اخبار الحق، سکھر، علاوہ سندھی مادری زبان ہونے کے انگریزی اردو میں خاص ملکہ رکھتے ہیں۔

۳۔ قاضی نورالانام صاحب "قاضی المبرید" ہوڑہ" کلکتہ۔ ان کی بنگالی مادری زبان ہے لیکن فارسی، عربی میں خاص مشق ہے۔

۴۔ مسٹر حافظ محمد اسحاق صاحب۔ زمیندار ضلع بریلی۔

---

[1] ایضاً۔ ص ۳۷ [2] اعلان لائسنس، خدام الکعبہ بابت ماہ شوال ۱۳۳۲ھ، ص ۳۸

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انجمن کے مقاصد میں وسعت کے باوجود توجہ کا اصل مرکز کعبہ کی خدمت اور اس کی حرمت کا تحفظ تھا۔ اس لئے سب سے پہلے انہی امور کی طرف توجہ دی گئی جن کا تعلق خاص اس مسئلے سے تھا۔ مولانا شوکت علی نے رسالہ "خدام الکعبہ" میں ایک مقام پر ایک نوٹ میں سب سے پہلے اسی مقصد کی تکمیل کی طرف توجہ کرنے کی صراحت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"انجمن خدام کعبہ کے اغراض و مقاصد میں حرمین شریفین کی آمد و رفت کے وسائل و ذرائع روز بروز وسیع و آسان کرنا بھی ہے۔ چنانچہ انجمن ہذا نے اس بڑے کام کو سب سے پہلے شروع کیا۔"[1]

مولانا شوکت علی نے اس کام کو نہایت محنت اور تندہی سے انجام دیا۔ اس کام کے لئے بڑا میدان بمبئی تھا۔ انہوں نے بمبئی کو مرکز قرار دیا اور معاملات کی اصلاح و درستگی کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گئے اور حجاج کی خدمت اور سفر حج میں ان کی رہنمائی کی مثال قائم کر دی۔ مولانا شوکت علی نے اپنے مضمون میں ان متعدد خدمت گزاران حجاج اور ان کے کاموں کا تعارف کرایا ہے۔ جو بمبئی میں سرگرم عمل تھے اور حجاج کی مختلف خدمات انجام دے رہے تھے۔ مولانا لکھتے ہیں:

"حسب ذیل اصحاب نے اپنا عزیز وقت انجمن کی نذر کیا ہے جو دن بھر اسٹیشنوں، مسافرخانوں، محافظ حجاج کے دفتر اور ٹکٹ گھروں میں حاجیوں کے آرام کی نیت سے چکر لگاتے ہیں۔

۱۔ مولوی حاجی خلیل الدین احمد صاحب سابق سب رجسٹرار پروفیسر عسکریہ تاشقند (روسی ترکستان)، بخاری، روسی، انگریزی، اردو جانتے ہیں۔

۲۔ مسٹر محمد عبدالعزیز صاحب مالک و منیجنگ پروپرائیٹر اخبار الحق، سکھر، علاوہ سندھی مادری زبان ہونے کے انگریزی اردو میں خاص ملکہ رکھتے ہیں۔

۳۔ قاضی نور الانام صاحب "قاضی المبریہ" ہوڑہ" کلکتہ۔ ان کی بنگالی مادری زبان ہے لیکن فارسی، عربی میں خاص مشق ہے۔

۴۔ مسٹر حافظ محمد اسحاق صاحب زمیندار ضلع بریلی۔

---

[1] ایضاً۔ ص ۱۳ [2] اعلان لائسنس، خدام الکعبہ، بابت ماہ شوال ۱۳۳۲ھ، ص ۳۸؛

اس وقت بفضل خدا انجمن میں بخاری، روسی، فارسی، عربی، انگریزی، سندھی، بنگالی، اردو، آٹھ زبانیں جاننے والے کارکن موجود ہیں۔ اور یہ سب صرف اس لئے ہیں کہ حجاج کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے خواہ وہ کسی گوشہ ملک کے باشندے ہوں۔
برادران! آیئے اور انجمن کی اعانت فرمایئے، صرف روپے سے ہی نہیں بلکہ دامے، درمے، قدمے، سخنے، غرض ہر طرح کی امداد کی ضرورت ہے۔ سب مسلمان اس کی مدد کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔" [۲]

اس کے بعد اپنے اس عزم اور توقع کا اظہار کیا ہے:

"اگر آپ لوگ اللہ کا نام لے کر کھڑے ہو گئے تو اب کے تو آپ نے بمبئی میں حج کا انتظام کرتے دیکھا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ سال آپ دیکھیں گے کہ آپ کے خود اپنے جہاز بندرگاہوں پر لنگر انداز ہوں گے۔ اور حجاج کے مصائب جن کا سامنا ہو رہا ہے سب دفع ہو جائیں گے۔" [۱]

اسی مضمون میں یہ اطلاع بھی دی گئی ہے:

"دلّال کے معزز نوکران میں سے مسٹر حاجی خلیل الدین احمد صاحب و مسٹر قاضی نور الانام صاحب وکٹوریہ ٹرمینس جی آئی پی کے ریلوے اسٹیشن پر اور مسٹر محمد عبد العزیز صاحب مالک الحق (سکھر) اور مولوی حافظ محمد اسحاق صاحب گرانٹ روڈ بی بی اینڈ سی آئی ریلوے اسٹیشن بمبئی پر ہر گاڑی کے وقت حاجیوں کے لینے کے لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہی اسٹیشن ہیں جہاں حاجی صاحبان اترتے ہیں اور اترنا بھی انہی دو اسٹیشنوں پر چاہیے۔ کیوں کہ قریب ہی ان کے مسافر خانے وغیرہ ہیں۔ (یہ حضرات) ہر دو اسٹیشن پر سے حاجیوں کو مسافر خانے پہنچاتے اور ٹکٹ جہاز و پاسپورٹ دلواتے ہیں۔ غرض ہر ممکن طریقے سے خدمت کرتے ہیں امسال جن جن حاجیان کا ارادہ زیارت بیت اللہ شریف کرنے کا ہو وہ دفتر کو مطلع فرمائیں۔ ان شاء اللہ تعالےٰ کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے گی۔" [۲]

---

[۱] ایضاً، ص ۳۸، ۳۹ [۲] ایضاً، ص ۳۹

اوپر ایک اقتباس میں "دلال" کا لفظ آیا ہے۔ واضح رہے کہ جب "دفعہ ۴ قانون محافظ حجاج ایکٹ ۱۸۸۷ء" حجاج کی خدمت گزاری کے لئے لائسنس لینا ضروری ہو تا تھا۔ چنانچہ انجمن خدام کعبہ خدمت حجاج کے میدان میں اتری تو مولانا شوکت علی کو بھی دلالی کا لائسنس لینا پڑا۔ مولانا نے اسی مضمون میں لائسنس کا اردو ترجمہ بھی درج کر دیا ہے۔ چونکہ لائسنس کی زبان عدالت کے سمن سے زیادہ مختلف نہ تھی۔ اس لئے مولانا شوکت علی نے ترجمہ کے بعد "نوٹ" میں اپنے خاص احساس کا ذکر کیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"لائسنس میں دلال اور اس کے کاموں کے متعلق جو کچھ قواعد و شرائط ہیں، وہ سوچنے اور خاص احساس کے ساتھ مطالعہ طلب ہیں۔ اس مقام پر میں صرف مومن خاں کا ایک شعر آپ کو یاد دلاتا ہوں اور اپنے دل کو تسلی دیتا ہوں:

اس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا ذلیل   میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا [۱]

قانون محافظ حجاج ایکٹ ۱۸۸۷ء، جس کے تحت حجاج کی خدمت یا دلالی کا لائسنس حاصل کرنا پڑتا تھا، یہ حق دیتا تھا کہ دلال اپنے فرائض کو خوبی اور وسعت کے ساتھ ادا کرنے کے لئے اپنے ملازم رکھ لے۔ اسی قانون اور اس کی رعایت کے مطابق مولانا شوکت علی نے اپنے نام سے لائسنس حاصل کیا تھا اور انجمن کے خدام کو اپنے ملازم کے طور پر کام کرنے کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ اوپر جن چار خدام کے اسماء گرامی آئے ہیں وہ مولانا شوکت علی کے ساتھ اسی حیثیت سے کام کرتے تھے اس سلسلے میں مولانا شوکت نے اپنے اس عزم کا اظہار بھی کیا تھا کہ اس میں جو کچھ کمیشن بحیثیت دلال ان کو ملے گی وہ انجمن خدام کعبہ کی طرف سے غریب حاجیوں کے فنڈ میں جمع کر دی جائے گی۔ [۲]

بمبی کے میدان میں ان خدمات کے علاوہ سفر حج کے حالات و مشکلات دریافت کرنے کے لئے انجمن کا ایک وفد بھی ترتیب دیا گیا اور حجاز بھیجا گیا اور اس کے فرائض میں قرار دیا کہ جہاز کے سفر، جدہ اور حجاز میں حجاج و زائرین کو پیش آنے والی جملہ مشکلات ان کے اسباب و علل کی تحقیق کرے اور منزل بہ منزل حالات کی رفتار اور اپنے مشاہدے سے ارباب انجمن کو مطلع کرے۔ [۳] انجمن خدام کعبہ کی خدمات کے بارے میں اللہ بخش یوسفی لکھتے ہیں:

---

[۱] ایضاً، ص ۴۱ [۲] ایضاً، ص ۳۷، ۳۸ [۳] ذکر مقصود۔ روئیداد جلسہ جمعیت اصلیہ منعقدہ ۲۲ جولائی ۱۹۱۴ء خدام الکعبہ، بابت ماہ شوال ۱۳۳۲ھ، ص ۱۳۔ ۱۰ و ص ۴۷۔ ۴۱

۱۹۱۳ء میں انجمن خدام کعبہ کی بنیاد پڑی یا یوں کہیے کہ ہندوستان میں ایک نئی مسلم تحریک کا آغاز ہوا۔ عازمین حج کو لے جانے کے لئے اس وقت قریب قریب ایک ہی کمپنی کی اجارہ داری تھی۔ اس کمپنی کے دلاّل اول اول تو بہت کم کرایوں کا اعلان کر دیتے اور جب عازمین حج جوق در جوق بندرگاہ پر پہنچ جاتے تو کرایہ بڑھا دیا جاتا تھا اور دوسرے طریقوں سے بھی ان مسافروں کو لوٹا جاتا رہا۔ ان حالات میں مولانا شوکت علی میدان میں نکلے۔ انہوں نے لکھنؤ کے مشہور سجادہ نشین مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو ساتھ لیا اور انجمن خدام کعبہ کے نام سے ایک جماعت ترتیب دی، جس کے اغراض و مقاصد میں عازمین حج کو ہر ممکن سہولت بہم پہنچانا اور آگے چل کر خود اپنے جہاز خرید کر انہیں زیارت حرمین شریف کرانے کے ارادے تھے۔ انہی کی کوششوں سے جہازوں پر حاجیوں کو تیار کھانا ملنے لگا۔ ورنہ پہلے تو یہ حالت تھی کہ ہر شخص سامان خوراک کا بوجھ ساتھ لئے پھرتا تھا۔ جہاز پر سیکڑوں چولھے جل اٹھتے تھے۔ ہر شخص یا ہر گروہ اپنا کھانا خود تیار کرنے پر مجبور تھا۔ مولانا شوکت علی نے ایک عرصہ کی کشمکش کے بعد حکومت کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ جہاز پر حاجیوں کو تیار کھانا دیا جائے ..... جہاز راں کمپنیاں سفری ٹکٹ کے ساتھ ساتھ کھانے کی رقم بھی وصول کر لیا کریں اور اس طرح عازمین حج کو وقت پر دوران سفر میں تیار کھانا ملتا رہے۔ چنانچہ اس پر عمل ہوا اور اس وقت تک ہو رہا ہے۔ مولانا شوکت علی کی یہ اتنی بڑی خدمت ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔[1]

مولانا شوکت علی نے ایک جہاز راں کمپنی کے قیام کا منصوبہ بھی بنایا تھا۔ صورت یہ پیش آئی تھی کہ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ میں ٹرنر ماریسن کمپنی کے ایک جہاز کو کوئی حادثہ پیش آ گیا تھا جس میں حجاج کرام کو بہت تکلیف اور نقصان ہوا تھا۔ اس نقصان کی پوری ذمہ داری کمپنی پر عائد ہوتی تھی، لیکن کمپنی نے اس نقصان کی تلافی سے بالکل انکار کر دیا تھا۔ مولانا شوکت علی نے اس سلسلے میں نہایت سعی کی۔ آئندہ اس قسم کے واقعات کے کلی تدارک کے لئے بعض مخلصین اور اہل ثروت نے طے کیا تھا کہ جہاز راں کمپنی مسلمانوں کی اپنی ہونی چاہیے اور ان خالص کاروباری کمپنیوں سے

---

[1] یوسفی، اللہ بخش، سرحد اور جدوجہد آزادی محولہ بالا، ص ۱۳۶-۳۷

ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کر لینی چاہیے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نام ایک خط میں مولانا شوکت علی نے اس واقعے اور عزم کی طرف اشارہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"بمبئی ۷۔ دسمبر، کو روانہ ہوا تھا تین دن وہاں رہا۔ علاوہ بیرسٹروں کے سر فیروز شاہ مہتہ، مسٹر ورشا اور مسٹر واڈیا نے بھی بلایا تھا۔ یہ لوگ اخبار کرانیکل کی کمپنی کے ڈائرکٹر ہیں۔ مجھ سے سب حالات سننے کے بعد ان کی رائے ہوئی کہ مقدمہ ضرور چلایا جائے یہی نہیں کہ ہم فتحیاب ہوں گے۔ بلکہ مسئلہ حج جو سارے ہندوستان کا مسئلہ ہے حل ہو جائے گا۔ خفیہ کارروائی جائز نہ ہو گی اور گھر بیٹھے ٹرنر ماریسن کی رعایت نہ ہو سکے گی۔ ٹرنر ماریسن اب گھبراتا ہے کیونکہ عدالت میں تمام معاملات کھل جائیں گے، جس سے اس کی پردہ دری ہو جائے گی کہ غریب حاجیوں پر کیا کیا مظالم ہوئے تھے اسی وقت ایک کمپنی قائم کی گئی ہے جس پر سر فیروز شاہ مہتہ، مسٹر ڈنشا، سیکرٹری کانگریس مسٹر واڈیا، مسٹر ستلوڈ بیرسٹر ایٹ لا، مسٹر جینا، حضور میرے (یعنی مولانا عبدالباری فرنگی محلی)" ڈاکٹر انصاری، محمد علی، مظہر الحق، فاضل بھائی، کریم بھائی اور دیگر مجاہدین کے نام ہوں گے۔ راجہ صاحب محمود آباد اور وزیر حسن صاحب کے نام بھی شامل کیے جانے کی اجازت چاہی ہے۔"[۱]

اگرچہ مسلمانوں کی اس مجوزہ کمپنی کا قیام ممکن نہیں ہو سکا، لیکن مجرد اس امر کے اعلان و اظہار کا نتیجہ یہ نکلا کہ ٹرنر ماریسن اور دوسری جہاز راں کمپنیوں کو اپنے رویے اور حالات درست کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اسی اعلان کا نتیجہ تھا کہ ان کمپنیوں کی انفرادی حیثیت ختم ہوئی اور ایک زیادہ بڑی اور وسیع کمپنی کا قیام عمل میں آیا جس نے حاج کے سفر اور کھانے کی بہتر سہولتیں مہیا کیں۔ یوسفی مرحوم نے یہ بالکل درست لکھا کہ مولانا شوکت علی کی یہ اتنی بڑی خدمت ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

انجمن خدام کعبہ کو صرف ایک سال، (۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء) میں حجاج کی خدمت کا موقع ملا، دوسرے حج سے پہلے مئی ۱۹۱۵ء میں انہیں مہرولی میں نظر بند کر دیا گیا، پھر لینس ڈاؤن منتقل کر دیے گئے، وہاں سے چھندواڑہ اور پھر بیتول جیل لے جایا گیا۔ ان کی نظر بندی کا یہ سلسلہ دسمبر

---

[۱] شوکت علی، مولانا، خط (بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مورخہ ۱۳۔ دسمبر ۱۹۱۴ء) علی برادران، محولہ بالا ص ۴۳۸

۱۹۱۹ء تک جاری رہا، رہا ہوئے تو ملک ایک دور انقلاب کے دہانے پر کھڑا تھا۔ سیدھے امرتسر پہنچے جہاں مسلم لیگ اور کانگریس کے اجلاس ہو رہے ہیں۔ امرتسر سے روانہ ہوئے تو تحریک خلافت کو کامیاب بنانے کا منصوبہ سامنے تھا، تحریک خلافت کا حالات کے مطابق لازمی تقاضہ تحریک ترک موالات تھی۔ ۱۹۲۱ء کے آخر تک یہی تحریکات اسلامی زندگی کا منتہائے مقصود تھیں۔ ستمبر ۱۹۲۱ء میں وہ دوبارہ گرفتار کر لئے گئے۔ اگست ۱۹۲۳ء میں رہا ہوئے تو ملک کے حالات کا نقشہ بدل چکا تھا۔ حجاز کے مسئلے اور خلافت اسلامیہ ترکیہ کے استحکام کے بجائے مصطفےٰ کمال کی تحریک جمہوریہ ملی نے ان کی پوری توجہ اپنی طرف کھینچ لی جب ان امور کا فیصلہ ہوا تو ملک کے حالات اور مسلمان ہند کے مسائل تحریک خدام کعبہ سے بہت آگے نکل چکے تھے۔ اب اس تحریک کے احیاء کے لئے لوٹنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے انہیں خدام کعبہ کی تحریک کو اس طرح چلانے کا موقع تو نہیں ملا۔ لیکن انہوں نے بعد میں چونکہ بمبی کو اپنا مستقر بنا لیا تھا وہیں سے روزنامہ خلافت کا اجراء عمل میں آیا تھا۔ اس بنا پر وہ اپنی زبان، قلم اور عمل سے حجاج کی خدمت کسی نہ کسی شکل میں زندگی بھر کرتے رہے۔

اگرچہ دائرہ مقاصد کے تمام امور میں تحریک خدام کعبہ کوئی کارنامہ انجام نہ دے سکی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ۱۹۱۳ء، ۱۹۱۴ء میں وہ واحد تحریک تھی جس نے ارکان حکومت اور عوام کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا اور مسلمانوں میں ایک سرگرمی پیدا ہو گئی تھی۔

اس کی خدمات کے بات میں رسالہ "خدام الکعبہ" کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے ذریعے ایک خاص موضوع پر خاص معلومات کا بڑا ذخیرہ فراہم ہوا۔ اگرچہ یہ رسالہ زیادہ مدت تک جاری نہیں رہ سکا، لیکن نہ صرف تاریخ تحریکات ملی میں بلکہ اردو صحافت کی تاریخ میں بھی اس کا نام ضرور لیا جائے گا۔

باب ہفتم:

اسبابِ ناکامی

نامناسب نہ ہوگا کہ اس مقام پر تحریک کی ناکامی کے اسباب پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لی جائے تاکہ ہمارے لئے عبرت کا سروسامان بھی مہیا ہو جائے اور آئندہ کے لئے ہم اس سے کوئی سبق حاصل کر سکیں۔ اگر ہم ایسا نہ کر سکیں تو ہمارے لئے تاریخ کا مطالعہ، تحقیق اور تصنیف و تالیف کے تمام کام محض لاحاصل اور تضیع اوقات کے حکم میں داخل ہیں۔

دائرہ کار کی تنگی: کسی تحریک کی ناکامی کے اسباب کو ہمیں سب سے پہلے اس کے مقاصد اور دائرہ کار میں تلاش کرنا چاہیے کیونکہ جب ہم خدام کعبہ کے مقاصد، ان کی وسعت اور دائرہ کار پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے نمایاں ہوتی ہے کہ اگرچہ تحریک کے مقاصد میں کافی وسعت تھی۔ قیام مدارس کے ذریعے تعلیم کے فروغ اور تبلیغ و اشاعت کے کاموں کی ضرورت، مسلم معاشرے کو ہمیشہ رہی ہے اگر کوئی وسیع الوسائل جماعت بھی اس کام کو کرنے کا عزم کر لیتی اور برسہا برس تک صرف اسی ایک کام میں مصروف رہتی تب بھی اس کا عشر عشیر انجام نہ پا سکتا تھا، لیکن انجمن اس عظیم الشان نہایت ضروری اور کبھی نہ ختم نہ ہونے والے کام کی طرف توجہ ہی نہ کر سکی۔ پھر جو کام اس کے دستور کے مطابق سب سے اولیٰ تھا یعنی خدمت و تحفظ حرمت کعبہ، اور اس کے جو ذرائع تجویز کئے گئے تھے، ان کی طرف بھی کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی۔ لے دے کے ایک کام بس یہی حجاج کی خدمت تھا جو پہلے سے بہت سے دلال اور ان کے کارندے اچھا یا برا انجام دیتے آ رہے تھے، اس کی طرف توجہ کی گئی اور بلاشبہ اس کا فائدہ بھی ہوا لیکن یہ ایسا اہم اور عظیم کام نہ تھا کہ اس میں ایک ملک گیر تحریک کے تمام وسائل صرف کر دیے جائیں اور پوری قوم کا پوری توجہ، فکر و دانش اور اجتماعی صلاحیتیں صرف اسی ایک محاذ پر کام میں لے آئی جائیں۔

یہ بات آج پہلی بار نہیں کہی جا رہی ہے۔ بلکہ تحریک کے آغاز ہی میں لوگوں کی زبان پر آ گئی تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے نہایت تفصیل کے ساتھ اس مسئلے پر بحث کی ہے[1]، لیکن

---

[1] حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ ہو۔

اس سے بھی پہلے جب اقبال شیدائی نے اس تحریک میں شمولیت کا فیصلہ کیا اور شیدائی کو بہ
کا حلف اٹھایا تو ان سے کہا گیا کہ بمبی جاؤ اور حجاج کی خدمت اور پیش آمدہ مسائل میں ان کی نگہبانی
کرو۔ تو انہوں نے فوراً اور صاف انکار کر دیا۔ مولانا محمد علی نے کہا حلف اٹھاتے ہی بغاوت
انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک عظیم مقصد کے لئے حلف اٹھایا ہے۔ میں اپنی صلاحیتوں
کو اس ضمنی کام میں صرف کرنا نہیں چاہتا۔ ؎۱ چنانچہ انہیں شمالی مغربی علاقے میں انجمن کے
مقاصد کی تبلیغ و اشاعت کا کام سپرد کیا گیا۔ اور بلا شبہ اس نوجوان نے نہایت نامساعد حالات
میں تحریک کے لئے اعلیٰ خدمات انجام دیں جس سے عوام میں ایک سرگرمی اور حکومت کے
حلقوں میں ایک کھلبلی مچ ہوگئی۔

دائرہ کار کی اس تنگی کی وجہ سے عام مسلمانوں کی پوری حمایت بھی اس تحریک کو حاصل نہ ہو
سکی۔ صرف اتنی بات تھی کہ کسی مسلمان کو اس مقصد سے انکار نہ تھا۔ لیکن اگر قیام مدارس اور تبلیغ و
اشاعت اسلام کے امور مہمہ کی طرف توجہ کی جا سکتی تو عام مسلمان اس میں زیادہ دلچسپی لیتے
اور یہ تحریک انقلاب حالات کے بعد بھی زندہ رہتی۔ صرف حجاج کی خدمت کی وجہ سے
براہ راست ہر مسلمان کو اس سے دلچسپی پیدا نہ ہو سکی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا شوکت علی بمبی
سے لوٹے تو بمبی میں کام ختم ہو گیا اور نظر بندی و گرفتاری کی منزل پیش آئی تو تحریک کی بساط
ہی الٹ گئی۔

۲۔ نشر و اشاعت کی کمی :

پروپیگنڈا کسی تحریک کی زندگی اور کامیابی کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن
اس تحریک کے معاملے میں یہ حقیقت ہمارے سامنے ہے ہمدرد سے بھی جو اس تحریک کے ایک
بانی رہنما کا اخبار تھا، اس تحریک کے تعارف اور عوام میں اسے مقبول بنانے کے لئے خاطر
خواہ کام نہیں لیا گیا۔ کامریڈ میں صرف ایک لیڈنگ آرٹیکل ہے اور ہمدرد میں صرف دستور
العمل اور اس کے جلسوں کی روداد یں چھپی ہیں اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا ایک مضمون

صفحہ گذشتہ کا حاشیہ۔

؎۱ تفصیل کے لئے دیکھیے "الداد والعوا- جماعت حزب اللہ اغراض و مقاصد" (۱) الہلال کلکتہ، ۲۰ جون ۱۹۱۳ء، ص ۶ ۲ ۴ ۳ (۲) ۲۔ جولائی، ص ۴ (۳) ۹ جولائی، ص ۲۴ (۴)، ۳۰ جولائی، ص ۸ (۵)، ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء، ص ۲۳۳

اس صفحے کا حاشیہ۔

؎۱ تفصیل کے لئے دیکھیے ایک انقلابی کی سرگزشت۔ لاہور روزنامہ امروز ۱۷ نومبر ۱۹۶۹ء، ص ۴ (ہفت روزہ اشاعت)

چھپا ہے لیکن اس میں پختہ عزم اور محکم فیصلے کا اعلان مفقود ہے۔ ان امورِ مہمہ وعظیمہ کا نقش بھی ابھاگر نہیں ہوتا جن کے لئے یہ تحریک پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ صرف انجمن کے قیام کے سلسلے میں اہلِ علم اصحابِ فکر اور دردمندانِ قوم سے مشورہ طلب کیا گیا ہے۔ اس مشورے کا نتیجہ جیساکہ عام طور فیصلے کی عدم پختگی اور غیر محکمی کی صورت میں ہوتا ہے، مثبت کم اور منفی زیادہ ثابت ہوا۔ الہلال کلکتہ اور پیسہ اخبار لاہور کے مجلات میں جہاں تک راقم کی جستجو کی رسائی ہوئی ہے صرف مراسلات، مشورے، اعتراضات، نکتہ چینیاں اور تنقیدات ہیں۔

۲۔ کارکنوں کا مسئلہ:

چونکہ یہ ایک نئی تحریک شروع کی گئی تھی اور برصغیر پاک وہند کی تاریخ کے دورِ جدید میں پہلی ملی تحریک تھی، جس میں مقاصد کے حصول کے لئے عوام کی حمایت ونصرت کی ضرورت سمجھی گئی تھی۔ اس لئے جو کارکن مہیا ہوئے تھے، ان میں بے شبہ جوش اور جذبے کی کمی نہ ہوگی، لیکن ان میں پختہ فکری اور تربیت کی یقیناً کمی تھی اس کا اعتراف خود مولانا فرنگی محلی کے مضمون میں موجود ہے بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ مولانا نے اہم کاموں کے لئے ان پر عدم اعتماد اور دیانت دار، مخلص اور دیندار کارکنوں کی ضرورت کا اعلان تو کر دیا لیکن مطلوبہ شرائط و خصائص کے رکن دستیاب نہیں ہوئے اور جو کارکن موجود تھے ان پر اس عدم اعتماد کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پہلے غیر مطمئن ہوئے، پھر نکتہ چیں بنے اور مخالفانہ رویہ اختیار کیا حتیٰ کہ کھلم کھلا بغاوت کر دی۔ حکومت نے اس صورت حال کو مزید خراب کیا انہیں انگیخت کیا ان کے ذریعے اندرونی راز معلوم کئے کاغذات پر قبضہ کیا، دفتر پر حملے کرائے اور دفتر پر قبضہ کرلینے کی شہ دی۔ انہوں نے رقم خرد برد کی اور جمعیت "اصلیہ وعالیہ" سے اپنا تعلق ختم کرلیا جس نے مولانا شوکت علی کو اس درجہ زچ کر دیا کہ وہ مسائل حل کرنے سے عاجز آ گئے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"اب فقط یہ چاہتا ہوں کہ جو سامان اور دفتر ہمارا ان منافقین اور مفسدین کے پاس ہے وہ ہم کو واپس مل جائے۔"[۱]

۱۔ خطوط مولانا شوکت علی مشمولہ علی برادران، مرتب سید رئیس احمد جعفری، محولہ بالا ص ۲۴۰

مولانا شوکت علی لکھتے ہیں:
کارکنوں کا مسئلہ آخر تک موجود رہا ایک خط میں
"اس قدر رنج ہوتا ہے کہ باوجود ہماری اس قدر خاطر اور مدارات کے کارکن
متدین اور خدا سے ڈرنے والے نہیں ملتے"۔ [1]

۴۔ بے انتظامی:

مولانا عبدالباری فرنگی محلی ایک بلند پایہ عالمِ دین تھے، ایک مرکز علم و حکمت کے
سجادہ نشین اور اپنے وقت کے ایک بڑے شیخ طریقت بھی تھے، اخلاص للّٰہیت اور
زہد و تقویٰ میں وہ اپنے وقت کی ایک نادر مثال تھے لیکن وہ سیاسی آدمی نہ تھے اور نہ انہیں
کسی تنظیم اس کے قیام اور تحریک کو چلانے کا کو تجربہ نہ تھا۔ لیکن بات صرف اتنی ہی نہ تھی
شوکت علی کے ایک خط سے جو حضرت مولانا فرنگی محلی ہی کے نام ہے، حضرت کے مزاج
سیرت اصابت رائے کے بعض خصائص اور پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ چونکہ تحریک کی
سے ان چیزوں کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ان پر ایک نظر ڈال لینی چاہیے۔ مولانا
شوکت علی لکھتے ہیں:

"۱۔ ہم ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال نہیں کرتے کہ حضور عیش پرست یا آرام طلب ہیں اور اس لئے اسلام کی راہ میں تکلیف اٹھانا گوارا نہیں کرتے۔ لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔ حضور اسلام کے ایسے ہی سچے شیدا ہیں جیسا کوئی مسلمان ہو سکتا ہے۔ جان و مال قربان کرنے کا شوق ہے مگر اس کو ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ عمدہ غذا، عمدہ مکان، عمدہ لباس اور آرام کی زندگی سے دل میں نفرت ہے اور اگر خدا یہ نعمتیں حضور سے چھین بھی لے تو حضور کو بجائے رنج اور افسوس کے خوشی ہو گی کہ اب تو اکابر رہنمایانِ اسلام کی طرح خدا نے آپ کو بھی منتخب کر لیا۔

۲۔ حضور کی نیت ہمیشہ بخیر ہوتی ہے اور بہادری سے اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں...... جس بات میں ہم کو شکایت ہے وہ یہ ہے......

(۱) مسلمانوں کی کم ہمتی اور بے حسی سے جلد مایوس ہو جانا اور اس خیال سے کہ کام کا ارادہ کر کے ناکام رہنے سے کفار کی نگاہ میں ہم اور حقیر ثابت ہوں گے اور وہ ہم پر اور مظالم اور زیادتیاں کریں گے۔ اس لیے بہتر سمجھا کہ صرف ایسا

---

[1] ایضاً ص ۴۴۸۔

کام کیا جائے جو کامیاب ہو سکے......اس میں حضور مجھ کو معاف فرمائیں گے کچھ قصور حضور کا تھا مگر زیادہ تر ہم ساتھ والوں کا جو بے ہمت تھے اور بجائے دل بڑھانے کے اعتراضات کی بوچھار اور بحث و مباحثہ سے پژمردہ کر دیتے تھے

(۲) روزمرہ کے معمولی سیاسی معاملات میں لوگوں کی رائے سے جلد متاثر ہو کر رائے کو پلٹ دینا جس سے کام کرنے والوں کو یقین نہ تھا کہ کسی خاص مسئلے میں حضور کیا کریں گے۔ اس میں کچھ قصور حضور کی ذہانت اور رطاعی کا اور کچھ حضور کی مروت اور اسلامی شیوہ کا تھا کہ ان معاملات میں اپنی رائے کو جمہور اور احباب کی رائے پر بھروسہ کر کے بعض اوقات متضاد رایوں کا اظہار ہو جاتا تھا۔ اس بارے میں بھی حضور پر الزام زیادہ نہیں لگایا جا سکتا کیوں کہ حضور کو خود اعتراف ہے کہ حضور کو سیاسی معاملات سے واقفیت نہ تھی اور نہ کچھ بہت لگاؤ......

(۳) میرے نزدیک سب سے بڑا الزام ہے کہ مذہبی احکامات کو بجائے صاف اور چند الفاظ میں ظاہر کرنے کے مبہم الفاظ کے دریا میں ملا دیا تھا جس سے کافی ہدایت نہیں ملتی تھی اور یہ کہ موٹے موٹے اصولوں کو لے کر ان کو بار بار نہ کہنا اور ان پر توجہ دلا کر مسلمانوں کو بیدار نہ کرنا۔ حضور نے بہت سے خطوط لکھے اور خطبے پڑھے اور سب میں اسلامی جوش اور سچائی بھری تھی مگر وہ اس قدر پھیلی ہوئی تھی اور اس کے گرد اس قدر توہمات جمع ہو گئے تھے کہ لوگ اس سے ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔ ......میرا ذاتی ایمان یہ ہے کہ دین کے معاملات میں مصلحت وقت اور گو خلاصی کا خیال دین کی کمزوری کا باعث ہوا ہے۔ صاف سوال کا صاف جواب دیا جائے اور اس پر جما رہنا چاہیے اور اگر ضرورت ہو تو اس کی خاطر تمام تکالیف برداشت کرنا چاہیے —— حضور نے سب کچھ کہا۔ مگر بہت سی باتوں پر کہا مگر اصل بات ان میں غائب ہو گئی یا کم از کم اس پر کافی توجہ نہیں کی گئی۔ ...... حضور کا فتویٰ نہایت عمدہ کام تھا مگر ۴ برس دیر میں شائع ہوا اور اس میں بھی یہ غلطی کی گئی کہ فقط والسرائے کو بھیجا گیا۔ مسلمانوں کو عام طور پر مختلف زبانوں میں ترجمہ کے ساتھ نہ ملا...... حضور والا اچار برس گزشتہ کا تجربہ ہمارے احباب کے لئے کافی ہونا چاہیے تھا۔ اگر دسمبر ۱۹۱۴ء میں وہ

خطبہ پڑھا گیا ہوتا جو ۱۹۱۸ء میں پڑھا گیا) تو آج اسلام کی فتح یقینی ہوتی اور مقامات مقدسہ کفار کے ہاتھ میں نہ ہوتے" [1]

تحریک کے دوسرے بڑے اور سرگرم رہنما مولانا شوکت علی تھے لیکن ان کا مقام میدان کارزار کے جری سپاہی کا تھا، نہ کہ فوجوں کو کمان کرنے والے سپہ سالار کا تھا وہ تحریک کے کسی خاص محاذ پر اس کی کامیابی کی ضمانت ہو سکتے تھے لیکن ان پر کسی تحریک کے دروبست کی درستگی اور نظم و ضبط کا انحصار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ کارکن زیادہ اور رہنما کم تھے۔ ان کی زندگی اپنے تمام خصائص و محاسن کے ساتھ ہمارے سامنے ہے اور متعدد مخلصین اور اہل قلم کے افکار و آرا کا یہ نچوڑ ہے۔

بہر حال تحریک کے جو کارکن مہیا ہوئے تھے اور ملک کے اطراف و جوانب میں جو کام ہو رہا تھا اس کے لئے ایک منتظم اور تحریک کے قیّم کی ضرورت شروع ہی سے موجود تھی اور وہ کبھی پوری نہیں ہوئی۔

۵۔ مالی معاملات میں بے احتیاطی!

جیسا کہ عرض کیا مولانا شوکت علی نظم و ضبط کے انسان نہیں تھے۔ یہ بات ان کے عام معمولات زندگی ہی میں نہ تھی، بلکہ مالی معاملات تک اسی کلیے سے مستثنیٰ نہ تھے۔ اس چیز نے انہیں زندگی

---

[1] خط مولانا شوکت علی بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مطبوعہ نقوش لاہور اپریل مئی ۱۹۶۸ء، خطوط نمبر ۲، صفحہ ۶۵۔۶۱۔ مولانا شوکت علی کے ان افکار ما فی السطور و ما بین السطور کی خاص اہمیت ہے۔ وہ مولانا فرنگی محلی کے صرف شریک سفر اور ہم فکر ہی نہ تھے بلکہ مولانا شوکت علی ان سے رشتہ بیعت میں منسلک تھے۔ حضرت مولانا ان کے پیر و مرشد اور شیخ طریقت بھی تھے۔ اور اس وقت جب کہ جمعیت علمائے ہند نے علی برادران کی دینی علمی حیثیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا، مولانا فرنگی محلی نے انکی سرپرستی کی، دینی علمی حیثیت کو تسلیم کیا، انہیں مولانا کے خطاب سے نوازا اور صرف ان کے لئے ایک جمعیت علماء قائم کر کے اس کا جلسہ مولانا محمد علی کی صدارت میں کرایا۔ یہ جمعیت علماء ہند کے انکار کا جواب تھا۔ اس لئے مولانا فرنگی محلی کے بارے مولانا شوکت علی کے اظہارات خاص غور و فکر کے متقاضی ہیں۔ نقوش میں حضرت فرنگی محلی کے ۱۹ خط شامل ہیں۔ یہ تمام خطوط حضرت علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مخدوم و مکرم مولانا جمال میاں فرنگی محلی نے محمد طفیل مدیر نقوش کو اشاعت کے لیے مرحمت فرماتے تھے۔ یہ خط، علی برادران۔ مرتبہ سید رئیس احمد جعفری میں بھی شامل ہے (ص ۱۲۔۵۰۷)

ہمدردوں کی ملامتوں کا نشانہ بنائے رکھا۔ اگرچہ انھوں نے اس کی کچھ پروا نہ کی لیکن یہ
نقصان تحریک خدام کعبہ اور بعد میں تحریک خلافت دونوں کو اٹھانا پڑا۔ [illegible]
تحریک ۱۹۱۵ء ہی میں نہ صرف تحریک کے مخالفین کو انگلی اٹھانے کا موقع مل گیا بلکہ
بعض خدام اور خود مولانا شوکت علی کے نیاز مندوں کو بھی ان کے خلاف [illegible]
پیدا ہو گئی۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۹۱۸ء میں جب حضرت مولانا فرنگی محلی نے تحریک کے احیاء
کے سرگرم عمل کرنے کا ارادہ کیا تو یہ اعلان بھی کیا کہ مولانا شوکت علی کو انجمن کے [illegible]
سے الگ رکھا جائے گا۔[1]

۲۔ وسائل کی کمی :

چھوٹی چھوٹی تحریکوں کے لئے بھی مستقل اور قابل اعتماد وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ وسائل کے اہتمام کے بغیر کوئی تحریک چلانے کا عزم ایسا ہی ہے جیسے کوئی [illegible] سامانِ حرب کے بغیر میدانِ کارزار کا رخ کرے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا گیا، اور غور کیا تو اس مسئلے کو اہمیت نہیں دی گئی۔ ایک روپیہ سالانہ چندۂ رکنیت اس کا واحد ذریعہ آمدنی تھا، اور رکنیت سازی کا کام اگر وہ روپیہ وصول بھی ہو کوئی انتظام نہ تھا۔ امراء و جاگیردار اس قسم کی تحریکوں سے ہمیشہ اس وقت تک الگ اور کنارہ کش رہتے ہیں، جب تک اس تحریک کی کامیابی ان کے لئے خطرہ ثابت نہ ہو جائے۔ عوام حالات و مسائل سے بے خبر اور وقت کے اسلامی و ملی تقاضوں سے ناآشنا تھے اور کوئی صاحب ثروت بھی مددگار نہ تھا۔ انجمن کا بنیادی سرمایہ مولانا فرنگی محلی اور علی برادران سے مسلمانوں کے ایک حلقے کی عقیدت تھی یا صرف [illegible] روپے۔ سو روپے کی رقم مولانا فرنگی محلی سے ادھار لی گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ محض عقیدت کے ذریعے یا مبلغ سوا سو روپے کی رقم سے یا عوام کے چندوں سے کوئی انقلاب برپا نہیں کیا جا سکتا تھا۔

۳۔ حکومت کی نگاہِ گرم :

تحریک کی ناکامی کے اسباب میں ایک سبب حکومت کی نگاہِ گرم و غضبناک تھی۔ کوئی غیر

---

[1] رائے بنسی فرانسس، لیڈرشپ ان ماڈرن ایشیا، مرتب بی این پانڈے، نئی دہلی، وکاس ۱۹۸۰ء، ص ۲۰۳

[2] رضا انصاری فرنگی محلی، مفتی محمد مولانا محمد علی اور مولانا فرنگی محلی (مضمون)، جامعہ، مولانا محمد علی نمبر، دہلی، جنوری [illegible]، ص ۱۱۱

مانند، حکومت کبھی کسی ایسی تحریک کو برداشت نہیں کر سکتی جس کا رابطہ عوام سے ہو۔ اگر یہ خدام کعبہ کے مقاصد کے بارے میں حکومت شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوتی، تب بھی حکومت کا رویہ جارحانہ ہی ہوتا۔ لیکن حکومت کے شکوک و شبہات نے اسے کارکنوں کے اغوا اور تخویف تحریص کے حربوں کے استعمال پر مجبور کر دیا۔ امراء سرکار پرست حکومت کی خشمگیں نگاہ دیکھ ہی تحریک کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے۔ ترکی کے خلاف حکومت کے پروپیگنڈے نے صورت حال بھی مشتبہ کر دی تھی۔ اس لیے تحریک کی اہمیت اور ضرورت کا نقش بھی ہر قلب پر کیا جا کر نہ ہو سکا تھا۔ صورت حال کی نزاکت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک حلقے میں خواہ اسے کتنا ہی محدود تصور کر لیا جائے، اس مطالبے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھا گیا کہ حجاز بھی انگریزوں کو اپنے زیر انتظام لے لینا چاہیے[1] تحریک خدام کعبہ خلافت اسلامیہ کو مضبوط اور اسے کعبہ اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کرنے کے قابل دیکھنا چاہتی تھی۔ لیکن قاضی عزیز الدین ڈپٹی کلکٹر نے ترکوں کی حماقت[2] رسالہ لکھ کر ایک اور ذہنیت کا ثبوت دیا۔ تحریک خدام کعبہ حجاز اور عراق و شام اور تمام مقامات مقدسہ کو غیر مسلموں کے عمل دخل سے محفوظ کر دینے اور ان کے دفاع کے انتظام کر دیے جانے کی سعی میں مصروف تھی۔ لیکن ایک طبقہ وہاں غیر مسلموں اور دشمنوں (انگریزوں) کے عمل دخل ہی کو مسئلے کا حل سمجھتا تھا۔ چنانچہ شریف مکہ حسین نے خلافت اسلامیہ ترکیہ کا حلقۂ بیعت گلے سے نکالا اور بغاوت کی تو یہاں اسے حجاز کی آزادی، اسلامی حکومت کے قیام اور حرم کی ناجائز قبضے سے رہائی کا نام دیا گیا۔ عراق و بغداد پر انگریزوں کے قبضے کے لیے دعائیں کی گئیں اور فتح کی خبر ہندوستان پہنچی تو برطانوی حکومت کو مبارک باد کے تار بھیجے[3] جشن منایا اور چراغاں کیا۔[4]

۱۔ ابو سلمان شاہجہان پوری (مرتب)، مکتوبات رئیس الاحرار (سیاسی)، کراچی، موڈرن پبلشرز، ۱۹۷۱ء، ص ۲۲

۲۔ ایضاً ۳۔ محمد علی مولانا، افکار مولانا محمد علی (حصہ دوم)، لاہور، قومی دار الاشاعت، س ن (بار دوم)، ص ۵۰

۴۔ عراق و شام پر قبضہ اور ترکی سے ختم منزلانہ معاہدہ صلح کی خوشی میں اکتوبر ۱۹۱۹ء کو برٹش حکومت نے ہندوستان میں جشن منانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ہندوستان کے تمام انگریز پرستوں نے اس جشن کا اہتمام کیا۔ بے ضمیر شعرائے کرام نے تہنیت میں قصائد لکھے۔ منصب و جاہ کے پرستاروں نے سجدہ ہائے تہنیت ادا کیے۔ علماء سو اور مشائخ حکومت نے برٹش استعمار کے لیے خیر و برکت اور استحکام کے لیے دعائیں کیں۔ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ جنگ کے خاتمے کے بعد صلح کے یمن و سعادت کا سورج طلوع ہو گا۔ کاش ان کے مطلوب ترکی سے معاہدہ صلح کی حقیقت سے آشنا ہو سکتے

ترکی کو مشورہ دیا گیا کہ وہ اپنی ایشیائی سلطنت پر قانع ہو جائے اور یورپین ترکی کا خیال دل سے نکال دیے۔ [۱] ترکوں کے خلاف برٹش استعمار کے پروپیگنڈے سے پھیلے ہوئے زہر کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب ایک سرکار پرست مسلمان خدام کعبہ کے مقاصد اس کی اہمیت اور ضرورت کے موضوع پر گفتگو میں زچ ہو گیا تو انجمن کا ایک روپیہ سالانہ چندہ مقرر کر دیا کہ ایک ترک کے لئے ایک پیگ کی قیمت۔ [۲] سلطان اعظم ترکی سے عدم تعاون و ہمدردی کے اظہار کے لئے مذہبی جواز فراہم کیا گیا اور اس کے لئے مولوی خلیل الرحمن نے ایک فتوی مرتب کیا [۳]۔ بمبی میں ایک "وفادار اسلامی انجمن" کا قیام عمل میں آیا جس کے نام سے اخبارات میں مسلمانوں کے عام خیالات کی مخالفت اور برٹش استعمار کی حمایت میں تجویزیں شائع ہوتی تھیں۔ [۴] ان حالات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حکومت کی نگاہ گرم نے تحریک خدام کعبہ کی راہ کو کتنا دشوار بنا دیا تھا۔

۸۔ آفس سکریٹری :

ایک نہایت افسوس ناک حقیقت جو بانیان و رہنمایان تحریک کے علم میں آئی جس نے سب سے زیادہ فساد پھیلایا، یہ تھی کہ جمعیت اصلیہ خدام کعبہ کا آفس سکریٹری سی آئی ڈی کا آدمی تھا۔ اس لئے خدام کعبہ کے دفتر سے تمام معلومات حکومت تک پہنچ جاتی تھیں۔ اقبال شیدائی نے جنہیں ۲۰ یا ۲۱ اگست ۱۹۱۵ء کو ان کے گاؤں پورہ میراں (سیال کوٹ) میں نظر بند کر دیا گیا تھا، جو خطوط مختلف اوقات میں خدام کعبہ کے دفتر یا مولانا محمد علی کو لکھے تھے وہ سیال کوٹ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ خان بہادر عبدالحمید کے دفتر میں پہنچ چکے تھے جس سے علی برادران اور بعض دیگر اکابر مثلاً مولانا ظفر علی خاں، آغا محمد صفدر خان، مولانا میر محمد ابراہیم سیال کوٹی وغیرہ سے اقبال شیدائی کے تعلقات کا علم ہوتا تھا۔ سی آئی ڈی چاہتی تھی کہ ان حضرات کے خلاف کچھ مواد ہاتھ آئے تو ان کو بھی نظر بند کرنے اور ان پر مقدمات چلانے کے لئے میدان ہموار کیا جائے، لیکن اقبال شیدائی نے کچھ بتا کر نہ دیا۔ اقبال شیدائی لکھتے ہیں :

---

[۱] سر آغا خاں کے غیر اسلامی مشورے کے عطیے کی واپسی، الہلال، کلکتہ، ۱۹ فروری ۱۹۱۳ء، ص ۵

[۲] اقبال شیدائی، انقلابی کی سرگزشت، روزنامہ امروز، لاہور، ۱۱۔ نومبر ۱۹۶۲ء، ص ۴

[۳] شوکت علی مولانا، (خط بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مورخہ ۲۴۔ دسمبر ۱۹۱۴ء) علی برادران، محولہ بالا، ص

[۴] سلیمان ندوی، مولانا سید، کلمات شبلی، اعظم گڑھ، دار المصنفین، ۱۹۵۴ء، ص ۶۰

"ان خطوط کی حقیقت بھی سن لیجیے، جن کے بارے میں خان بہادر (عبدالحمید ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سیال کوٹ) نے کہا تھا کہ وہ اس کے پاس محفوظ ہیں۔ یہ خطوط میں نے علی برادران کو نہیں لکھے تھے بلکہ انجمن خدام کعبہ کے آفس سکریٹری ظفرالحسن (علوی) کو لکھے تھے اور مجھے بعد میں مولانا محمد علی سے معلوم ہوا کہ ظفرالحسن سی آئی ڈی کا آدمی تھا۔ وہ دفتر کی تمام معلومات سی آئی ڈی کو فراہم کیا کرتا تھا۔ اس نے میرے خطوط بھی خان بہادر کو دیے تھے اور میرے کلکتہ کے سفر کے بارے میں بھی اسی نے سی آئی ڈی کو اطلاع دی تھی۔" [۱]

ظفرالحسن کی کارگزاریوں کے بارے میں مولانا شوکت علی نے بھی مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نام کئی خطوں میں اشارہ کیا ہے۔ ایک خط میں وہ لکھتے ہیں:

"ظفرالحسن صاحب علوی کی نسبت کانفرنس کے دفتر میں ایک مسل جوان کے سخت خلاف ہے، میں اس کو خود علی گڑھ میں نہ دیکھ سکا۔ مگر وہ راولپنڈی میں میرے دیکھنے کے لیے لائی جائے گی۔ اس کے دیکھنے کے بعد میں رائے قائم کر سکوں گا اور حضور کے ملاحظے کے لیے بھیجوں گا۔" [۲]

اس کے بعد ایک خط میں ظفرالحسن اور دفتر کے دوسرے کارکنوں کے بارے میں صاف صاف رائے ظاہر کر دیتے ہیں:

"ایوب احمد صاحب سے مجھ کو ہمیشہ سے محبت تھی اور اب تک باوجود تمام امور کے، میں کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ نوعمر شخص بہت سے حوصلے اور جوش لے کر نوکری چھوڑ کر انجمن میں آیا تھا۔ نہایت افسوس کے ساتھ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے دفتر کی آب و ہوا ایسے لوگوں کے لیے مضر تھی۔ جو کچھ رہا سہا جوش اور حوصلہ تھا، اس کو بھی ضائع کر دیا، اس میں سب سے زیادہ حصہ ظفرالحسن کا تھا کہ بہتوں کے منہ کھلوا دیے۔" [۳]

انجمن کے دیگر کارکنوں میں کریم بخش امین، اسداللہ خان اور محمد ایوب صبر تھے جن کے غیر ذمہ دارانہ رویے سے انجمن کو نقصان پہنچا اور اس تحریک کے خلاف جو چولھا دہک رہا تھا اس کے لیے ایندھن مہیا کر دیا۔ [۴] بالآخر ان تمام حضرات کو ان کی بددیانتی اور تحریک

---

[۱] اقبال شیدائی، ایک انقلابی کی سرگزشت۔ لاہور، روزنامہ امروز، یکم دسمبر ۱۹۶۸ء، ص ۹۔ [۲] شوکت علی، مولانا، علی برادران، محولہ بالا، ص ۴۰۔ [۳] ایضاً، ص ۴۴۔ [۴] ایضاً، ص ۴۴۵، ۴۴۶۔

کے تقاضہ سے بے وفائی کے کامل ثبوت کے بعد انجمن سے نکالا گیا تھا ان کے سب سے
بعد کے بارے میں مولانا شوکت علی نے ایک خط میں اشارہ کیا ہے اور ان کو پشت پناہی فراہم
کرنے والے حکام کی طرف بھی اسی خط میں اشارہ موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضور صاف صاف الفاظ میں ایک مراسلے کے ذریعے جمعیت کے مقصد
کے علاوہ ان مفسدین کے حالات بھی کھول دیں تاکہ ہر شخص جو جمعیت میں
چالی کی وجہ سے نکالا جائے وہ قومی خیرخواہ بن کر نہ آ سکے۔ ...
زمانہ ایسا ہے کہ مفسدین کو موقع مل گیا ہے کہ جس قدر فساد چاہیں کریں۔ ......
کسی ناعاقبت اندیش حکام کی طرف سے اشارہ مل گیا ہو گا کہ ان کی پالیسی
ہے کہ اس قسم کے آدمیوں کو مذہبی اور کار خیر کے لئے استعمال کریں۔"[1]

ان لوگوں نے انجمن سے خارج کیے جانے کے بعد صرف مخالفت ہی نہیں کی بلکہ
انجمن کے دفتر پر قبضہ اور تحریک کے رہنماؤں کے لئے مشکلات پیدا کر دیں۔ مولانا شوکت
علی کے ایک خط سے حالات کی اس پیچیدگی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

"دہلی کے حالات حضور کو معلوم ہوتے رہتے ہوں گے۔ وہاں دوسری انجمن
جمعیت قائم ہو گئی ہے، جو ان شاء اللہ عمدہ کام کرے گی۔ میں اب فقط یہ
چاہتا ہوں کہ جو سامان اور دفتر ہمارا ان منافقین اور مفسدین کے پاس ہے وہ
ہم کو واپس مل جائے۔ میں نے ڈاکٹر انصاری صاحب کو اس بارے میں لکھا ہے
اور اگر حضور بھی اس عرصے میں دہلی جائیں تو اس کی طرف توجہ فرمائیے گا۔"[2]

لیکن ان تمام خرابیوں اور انجمن کی تباہی کی ذمہ داری سے خود مولانا شوکت علی کو
بھی بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان کے پاس جو شخص بھی آیا، خواہ عالم بے سرو سامانی میں
"شیدائیوں" کے لیے مقررہ تنخواہ اور ان کے اہل و عیال کے لئے معاشی کفالت کی سہولت
انجمن میں اس کی شمولیت کے لئے وجہ کشش بنی ہو، خواہ شیدائی کعبہ کا لباس نشان اور
مسلمانوں میں اس کا احترام و پذیرائی اس کے انجمن میں شمولیت کا سبب ہو، خواہ نوجوانوں
کا بے علم و بے تربیت جوش و اخلاص اسے خدمت ملت کے میدان میں لایا ہو، خواہ
سی آئی ڈی یا اس کے ایماء پر کوئی سادہ دل نوجوان ان کے پاس پہنچا ہو، انہوں نے کبھی

---

[1] ایضاً، ص ۴۴۵۔ [2] ایضاً، ص ۴۴۷

تحقیق کے بغیر اسے مخلص سمجھ لیا اور اس پر اعتماد کر لیا۔ اس کے علاوہ مولانا شوکت علی کی زندگی کے روز و شب میں اتنی فرصت بھی نہ نکل سکی کہ جو نوجوان خواہ کسی پس منظر میں ان تک پہنچے تھے، وہ ان کی ذہنی و فکری تربیت اور اصلاح احوال و سیرت کی طرف توجہ دیتے۔ دفتر میں بھی کسی ایسے صاحب علم، سنجیدہ، بردبار، اور پختہ فکر شخص کا پتا نہیں چلتا جو ان نوجوانوں کو نظم و ضبط کا پابند رکھتا اور اس کا وجود نوجوانوں پر غلط اثرات کے دفاع و اصلاح کا موجب ہوتا۔ انجمن کا دفتر دہلی میں تھا، خادم الخدام مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا مستقر لکھنو تھا، ایک معتمد مشیر حسین قدوائی لکھنو میں معروف کاروبار (وکالت) تھے دوسرے معتمد مولانا شوکت علی کو کہیں بھی قرار نہ تھا۔ رام پور، دہلی، بمبی اور پورا ہند پاکستان ان کا گھر اور ملک کی پوری آبادی ان کا کنبہ اور ان سب کے مسائل ان کے ذاتی مسائل تھے۔ اس لئے ان سے دہلی میں مستقل قیام اور یکسو ہو کر انجمن خدام کعبہ کے کام اور اس کے کارکنوں کی اصلاح تربیت کو اپنی توجہ کا مرکز بنانے کی توقع عبث تھی۔ اس لئے انجمن کے کارکنوں سے جو کوتاہیاں ہوئیں، ان سے جو اعمال سرزد ہوئے اور ان کا جو افسوسناک رویہ سامنے آیا، وہ حالات کی سچائی کے قطعاً خلاف نہ تھا۔

۹۔ بعض مخلص مخالفت:

کچھ ایسے حضرات بھی تھے جو اگرچہ اپنی رائے اور فیصلے میں مجھے یقین ہے کہ قطعاً مخلص تھے لیکن اس تحریک ملی کے خاتمے میں کم و بیش حصہ ان کا بھی تھا۔ ان میں ایک صاحب مولانا شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن ملقب بہ شاہ جی (مارہرہ)، تھے جنہوں پیسہ اخبار میں مخالفت میں مضمون لکھا۔[۱] حاجی اسماعیل خان رئیس دتاولی (علی گڑھ)، تھے انہوں نے بھی انجمن کی مخالفت میں قلم اٹھایا[۲] ایک صاحب کریم بخش تھے جنہوں نے متعدد مراسلات میں تحریک کی مخالفت کی[۳] حسین صاحبان نے فتنہ و فساد پھیلایا۔[۴]

---

[۱] محمد میاں قادری برکاتی (مرتب)، گلدستہ چمنستان سنت، از مولانا محمد اسماعیل حسن ملقب بہ شاہ جی، مارہرہ، دارالاشاعت برکاتی خانقاہ برکاتیہ ۱۳۰۵ھ ص ۴۸-۴۶-۴۷ [۲] ایضاً، ص ۴۹-۴۸ [۳] شوکت علی مولانا، خط بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی، علی برادران، محولہ بالا، ص ۲۴۵ [۴] مولانا شوکت علی لکھتے ہیں "جو شکایت مجھ کو حسین صاحبان سے ہے وہ یہ ہے کہ یہ وقت فتنہ و فساد کا نہ تھا، بلکہ یک جہتی اور امداد کا......" مولانا کے خطوط میں مشیر حسین، راجہ غلام حسین، عباس حیا قاری، نذیر حسین کے نام آئے ہیں ان سب کا تعلق مولانا سے تھا۔ انہی حضرات کی طرف اشارہ ہے ان سے مولانا کو بعض معاملات میں جزوی اختلاف اور رنجش تھی۔

ادیب بھی بہت سے عزیز و احباب سے شکایتیں تھیں۔[1] بعض اور حضرات نے مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے خلاف مضمون لکھے اور تحریک کے مقاصد کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلائیں۔[2] بعض اصحاب اخبار و جرائد نے اپنے صحافیانہ فرائض کی ادائیگی میں جو خیالات ظاہر کیے ان سے بھی تحریک کو تقویت پہنچنے کے بجائے نقصان پہنچا۔

۱۰۔ چند اور چھوٹے چھوٹے واقعات اور حالات بھی ایسے رونما ہوئے جن کا تحریک پر اثر پڑا۔ مثلاً لوگ وقتی جوش اور جذبات کے زیر اثر جمع ہو گئے تھے اس کے پیچھے پختہ بصیرت، محکم فکر اور اصابت رائے کارفرما نہ تھی، رفتہ رفتہ جذبات ٹھنڈے پڑے اور لوگ منتشر ہو گئے۔ ترکی میں حالات کی دن بدن تبدیلی اور غیر یقینی حالت اور پھر اس سے بھی ناواقفیت اور بتدریج غلط فہمیاں اور حجاز میں انقلاب و تغیر بھی اثر انداز ہوا مختلف دینی حلقوں کے اختلافات اور آپس کی رنجشوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر انصاری کا بعض معاملات میں اختلافِ رائے، مشیر حسین قدوائی اور علی برادران میں رنجش اور ہمراہان شوق کی کم ہمتی اور بے دلی نے بھی تحریک کو نقصان پہنچایا۔ ایک خاص حلقے میں مولانا ابوالکلام آزاد کے سلسلہ مضمونِ الہلال نے لوگوں کو متاثر کیا۔ ان سب پر مستزاد مولانا محمد علی، خصوصاً مولانا شوکت علی کی نظر بندی اور پھر اس مسئلے پر خط و کتابت اور مشورت سے روک دیا جانا تحریک کے خاتمے کا سبب بن گیا۔ لیکن جیسا کہ اللہ بخش یوسفی مرحوم کا خیال ہے، تحریک کے خاتمے کے لئے صرف یہی ایک وجہ کافی نہیں ہے۔ جن حالات میں تحریک کا آغاز ہوا اور جن حالات سے اسے گزرنا پڑا وہ کسی بھی تحریک کے لئے سازگار ثابت نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے مولانا شوکت علی اگر قید و نظر بند نہ ہوتے، تب بھی تحریک کو ختم ہونا تھا البتہ اس صورت میں اس کی زندگی کے چند دن بے شبہ بڑھ جاتے۔

۱۱۔ لیکن ناکامی کی سب سے بڑی وجہ جس کے سامنے تمام وجوہِ ناکامی ہیچ تھے، مولانا احمد رضا خاںؒ بریلوی کا رویہ اور حضرت مرحوم کی مخالفت تھی۔ حضرت مرحوم کا رویہ قومی و ملی تحریکات کے بارے میں کیا رہا تھا اور اس نے ملی سیاسیات کو کتنا بڑا نقصان پہنچایا، یہ ایک الگ موضوع اور تاریخ اسلامیانِ ہند پاکستان کا ایک المناک واقعہ ہے۔ یہاں میں اپنی رائے

---

[1] شوکت علی مولانا، علی برادران، محولہ بالا، ص ۱۵۱۔ [2] ایضاً، ص ۴۴۵

پیش کرنے کے بجائے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی رائے پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ مولانا فرنگی محلی نے یہ رائے اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کے نام ایک خط میں ظاہر فرمائی تھی۔ حضرت فرنگی محلی کا یہ خط اس کتاب کے آخر میں بہ طور ضمیمہ شامل کر دیا ہے۔ مولانا مرحوم نے اعلیٰ حضرت کی طرف سے انجمن خدام کعبہ کی مخالفت اور اس کے الم ناک نتائج پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

آپ نے جمعیۃ خدام کعبہ کے شرکا کی تکفیر کی اس کی مخالفت کی اس کو باطل جہاد کہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (۱) حریم محترم کی بے عزتی ہوئی (۲) مدینہ طیبہ کی بے حرمتی ہوئی (۳) قرآن عثمانی چھن گیا (۴) جزیرۃ العرب پر کفار کا قبضہ ہو گیا (۵) بغداد میں شرابوں کی دکانیں کھل گئیں (۶) بصرہ میں بت خانہ بن گیا (۷) شہر بیت المقدس پر صلیب منصب ہوئی (۸) شام پر کفار قابض ہو گئے۔ (۹) قسطنطنیہ نرغۂ اعدا میں ہے (۱۰) خلیفۃ المسلمین قید ہو گئے۔ حرم کے ہر ذرہ ذرہ کی بے حرمتی کا عصیان آپ کے سر پر ہے قرآن شریف مدفون کی ایک ایک آیت بلکہ ہر ہر لفظ بلکہ تمام حروف کے ساتھ جو بے ادبی ہوئی ہے اس کا پشتارہ آپ کی کمر پر ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قطرہ خون ہے آپ کا دامن آلودہ ہے چپہ چپہ جزیرۃ العرب کا آپکی گردن میں طوق ہو تو کوئی تعجب نہیں بغداد کی سرکار آپکی شاکی ہوں۔ شہدا ر کربلا آپ کے فریادی ہوں امیر نجف آپ کے افعال پر نفرت کریں تو بجا ہے بصرہ کی رابعہ رضی اللہ عنہا اور امام بصری اور حواری رسول اللہ آپ کے نصاری کی موالات سے بیزار ہوں تو حق ہے یہ صلیب جہاں جہاں لہرا رہی ہے سب آپ کے دامان بے غیرتی کی حرماں نصیبی

ارواح صلحاء آپ کے سکوت سے متحیر ہیں دار الخلافت
کا پرچم ہے
آپ سے شرمندہ احسان نہیں ہے خلیفہ ایسے یزیدوں سے نالاں
ہو تو کیا کرے جتنے مسلمان شہید ہوئے جتنے بچے ذبح ہوئے جتنے
مسلمات بے حرمت ہوئیں جتنے مشائخ مصائب میں پڑے جس قدر
مال لٹا جتنے مکانات مسلمانوں کے ویران ہوئے اُن سب کا وبال
آپ ایسے حضرات پر ہے انگریزوں کی ہمت آپ لوگوں کی وجہ سے
ہوئی مسلمانوں کو مسلم سے لڑنے کی جرأت آپ کے افعال نے دلائی ان
سب کا شمار فرمایئے مفصل انشاء اللہ تعالے بعد میں عرض کروں گا۔
لاکھوں کی تعداد بلکہ کروڑوں کی تعداد کا ذخیرہ تو اس تودۂ معصیت میں
ہے

ضمیمہ جات

ضمیمہ اوّل:

تحریکِ خدّامِ کعبہ کی کہانی
شیدائی کعبہ کی زبانی!

محمد اقبال شیدائی نے اپنی خودنوشت "ایک انقلابی کی سرگزشت" کے عنوان سے تحریر کی جو امروز لاہور کی ہفت روزہ اشاعت میں نومبر ۱۹۶۸ء سے جون ۱۹۷۰ء تک چھپتی رہی۔ اس میں انہوں نے خدام کعبہ کی تاریخ اور اس سے اپنی وابستگی پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہ تحریر ان کی اسی سرگزشت سے ماخوذ ہے۔ ابو سلمان شاہجہان پوری۔

میں ۱۹۱۴ء میں ایف اے کا امتحان دینے کے لیے راولپنڈی گیا۔ اس وقت میرے کالج میں صرف ڈیڑھ سو طلبہ ہوا کرتے تھے۔ ایف اے کیلئے شمالی پنجاب کا امتحانی مرکز راولپنڈی تھا۔ امتحان کے بعد میں اپنے بڑے بھائی کے پاس مردان چلا گیا جو اس وقت گورنمنٹ ہائی سکول میں سیکنڈ ہیڈ ماسٹر تھے۔ جون میں ایف اے کا نتیجہ نکلا تو معلوم ہوا کہ مجھے سیکنڈ ڈویژن ملی ہے۔

انہی دنوں میں اردو کے تمام اخبارات میں "انجمن خدام کعبہ" کے متعلق مضامین شائع ہو رہے تھے اور مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، ڈاکٹر انصاری اور مولانا ظفر علی خاں کی جانب سے اپیلیں کی جا رہی تھیں کہ مسلمان اس انجمن میں شامل ہو جائیں۔ اپیل میں یہ بھی تھا کہ انجمن کو نوجوانوں کے ایک ایسے گروہ کی بھی ضرورت ہے جو خدمت کعبہ کے لیے خود کو وقف کر دے۔ میں نے مولانا محمد علی کو لکھا کہ خدمت کعبہ کے لیے میری خدمات حاضر ہیں۔ چند دنوں کے بعد مجھے مردان میں تار ملا کہ فوراً دہلی پہنچو اور مولانا محمد علی سے ملو۔ میں نے اپنے بڑے بھائی سے کہا کہ میں سیالکوٹ جانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مجھے پچاس روپے دیے اور کہا کہ بی اے میں داخلہ لینے کی تیاری کرو۔

میں نے بھائی کے سامنے سیالکوٹ کا ٹکٹ لیا لیکن جب گاڑی وزیر آباد پہنچی تو دہلی کا ٹکٹ لے لیا۔ اس وقت بھائی صاحب کے دیے ہوئے پچاس روپوں کے علاوہ گورنمنٹ ہائی سکول (مردان) میں سوا مہینے کی درس و تدریس کا معاوضہ بھی میری جیب میں تھا۔ اس لیے مجھے اخراجات وغیرہ کے سلسلے میں کوئی پریشانی نہیں تھی۔ دوسرے ہی روز میں دہلی پہنچا۔ ریلوے اسٹیشن سے

سیدھا انجمن خدام کعبہ کے دفتر میں گیا جہاں دفتر کے انچارج سے ملاقات ہوئی جن کا نام ظفر الحسن تھا دس بجے مولانا محمد علی کے مکان پر لے گئے۔ مولانا محمد علی سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ وہ اس وقت ململ کا کرتا اور کھلے پائچوں کا پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر مولانا سے اپنا تعارف کرایا تو انہوں نے مجھے گلے لگا لیا اور بہت خوشی کا اظہار کیا۔ پھر انہوں نے فرمایا:

"دیکھو اقبال ہمارے ساتھ کام کرنا کانٹے کے بستر پر لیٹنے کے مترادف ہے تمہیں قید و بند کی مصیبتیں بھی جھیلنی پڑیں گی اور شاید دار و رسن کو بھی گلے لگانا پڑے ان تمام باتوں پر اچھی طرح غور کر کے جواب دو"

میں نے جواب دیا۔ اگر مجھے ان تمام باتوں کا خوف ہوتا تو میں ہرگز دہلی نہ آتا۔ میں سوچ سمجھ کر ہی آپ کے پاس آیا ہوں۔

میرے اس جواب سے مولانا بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مجھے پھر گلے لگایا اور ہدایت کی کہ:

"اگر تم خدمت کعبہ کے لیے تیار ہو تو ایک دو دن میں بمبئی پہنچو وہاں مولانا شوکت علی ہیں۔ وہاں حجاج کی خدمت کرنا۔ یعنی ان کو جہاز پر سوار کرانا ان کے اسباب کو حفاظت سے جہاز پر لادنا وغیرہ وغیرہ اور یہ سارا کام شیدائی کعبہ کے سپرد ہے۔"

میں نے جواب دیا: مولانا! میں حاجیوں کو جہاز پر سوار کرانا اور ان کے بسترے نہیں اٹھانا چاہتا۔ میں تو کوئی ٹھوس کام کرنا چاہتا ہوں اور میں جہاں ٹھوس کام کر سکتا ہوں وہ صرف صوبہ سرحد ہے۔

"مولانا نے اس پر کہا: شروع ہی میں بغاوت کرتے ہو؟"

"میں نے کہا: یہ بغاوت نہیں خدمت کعبہ ہے!"

اس پر مولانا ہنس پڑے اور انہوں نے ظفر الحسن سے کہا کہ اچھا اقبال کو پشاور کی طرف روانہ کر دو اور قاضی عبدالولی اور سید علی عباس کے نام میری جانب سے خط لکھ دو اور یہ خط اقبال کے حوالہ کر دو۔ چنانچہ ہم یعنی میں اور ظفر الحسن پھر خدام کعبہ کے دفتر گئے۔ جہاں خط لکھے گئے اور پھر ان پر مولانا کے دستخط کرائے گئے۔ دوسرے روز میں پشاور کے لیے روانہ ہوا لیکن راستے میں ایک دن کے لیے سہارن پور ٹھہر گیا۔ تاکہ اپنے دوستوں خان فقیر محمد خان اور محمد افضل خان کے لیے سہارن پور

کے آموں کا تحفہ بھیج سکوں۔ ظفر الحسن سے میں سہارنپور کے ایک رئیس شیخ اللہ دیا کے نام ایک خط بھی لے گیا تھا۔ شیخ صاحب بھی خادم کعبہ تھے ...... آموں کے ٹوکرے آتے ہی دوستوں خان محمد خان اور خان افضل خان کے نام پارسل کر دیے اور خود پشاور میل پر سوار ہو گیا۔ اٹک سے مجھے مردان جانے والی ٹرین پر سوار ہونا تھا چنانچہ پشاور میل کو یہاں خیر باد کہنا پڑا۔ وہاں سے مردان گیا۔ دوسرے روز اتوار کو میں پشاور روانہ ہو گیا... میں اطمینان سے اپنے دوست خواجہ محمد بشیر کے گھر چلا گیا۔ دوسرے روز میں قاضی عبدالولی خان کے ہاں گیا اور انہیں مولانا محمد علی کا خط دیا۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں دہلی سے میرے متعلق براہ راست اطلاع بھی مل چکی ہے۔ قاضی صاحب نے یہ افسوسناک اطلاع بھی دی کہ سید علی عباس بخاری یہاں نہیں۔ وہ کشمیر گئے ہوئے ہیں کیونکہ ان کی دماغی حالت خراب ہو گئی تھی۔

قاضی صاحب کو میں نے اپنے مشن سے آگاہ کیا کہ یہاں انجمن کے زیادہ سے زیادہ رکن بنائے جائیں۔ قاضی صاحب نے اس سلسلے میں میری پوری مدد کرنے کا یقین دلایا۔ قاضی صاحب کی قیام گاہ پر ہی خان عبدالغفار خان سے پہلی بار میری ملاقات ہوئی۔ یہیں میری ملاقات قاضی امیر خان ایڈووکیٹ سے ہوئی۔ ایک دفعہ میں، قاضی عبدالولی خان، قاضی امیر احمد کے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بڑے فیشن ایبل صاحب آموجود ہوئے۔ مجھے دیکھتے ہی انہوں نے اپنا تعارف یوں کرایا کہ میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سی آئی ڈی ہوں اور دہلی سے آیا ہوں۔ "گر قاضی احمد سے آپ لوگوں کو خفیہ بات کرنی ہو تو نہ کریں۔" میں نے جواب دیا انجمن خدام کعبہ کوئی خفیہ جماعت نہیں ہے۔ اس کا پروگرام شائع ہو چکا ہے اور اس کی تمام سرگرمیاں قانون کے مطابق ہیں۔ چنانچہ میں نے انجمن کے شائع شدہ پروگرام کی ایک نقل دہلی سے آنے والے بزرگ کی خدمت میں پیش کر دی۔ پروگرام کی نقل لے کر وہ صاحب چلے گئے۔ میں نے قاضی صاحب سے پوچھا ان صاحب کا حدود اربعہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان صاحب کا نام عبدالحمید ہے اور پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ دہلی میں سپرنٹنڈنٹ سی آئی ڈی ہیں۔ بڑے خطرناک آدمی ہیں۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ صاحب ضلع راولپنڈی کے رہنے والے ہیں اور ایم اے او کالج علی گڑھ کے پروفیسر کریم حیدر کے عزیز ہیں۔ بعد میں ڈاکٹر کریم حیدر سے میری ملاقات پیرس میں ہوئی تو میں نے ان کے اس عزیز کا ذکر کیا تو وہ بڑے شرمندہ ہوئے اور معذرت خواہانہ انداز میں کہنے لگے کہ یہ صاحب دور کے رشتہ دار ہیں۔

قاضی صاحب سے ضروری صلاح و مشورہ کرنے کے بعد میں نے دوسرے ہی دن سے رکنیت

سازی کی مہم شروع کر دی۔ سب سے پہلے اسلامیہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر عبدالرحیم کے توسط سے اسکول کے چند طلبہ کو رکن بنایا۔ ایک روز میں طلبہ کو رکن بننے کی ترغیب دے ہی رہا تھا کہ اسکول کی انتظامیہ کے چیئرمین مفتی فدا احمد بیرسٹر ایٹ لا تشریف لے آئے۔ وہ بوڑھے تھے اور اس کے ساتھ ہی انگریزوں کے زبردست بہی خواہ بھی۔ انہوں نے مجھے اپنے دفتر میں طلب کیا اور کہا میرے اسکول میں یہ "فساد" مت پھیلاؤ۔

میں نے اس کے جواب میں کہا: اگر خادم کعبہ ہونا فساد ہے تو میں اسے اللہ کی رحمت سمجھتا ہوں۔

میرے اس سوال سے وہ ذرا شرمندہ ہوئے اور پھر کہنے لگے: "ہر فساد نیچے (یعنی وسطی ہندوستان) سے شروع ہوتا ہے اور غریب و جاہل پٹھانوں کو تباہی و بربادی کی دعوت دیتا ہے۔"

پھر ذرا ٹھہر کر پوچھنے لگے: پشاور سے کدھر جانے کا ارادہ ہے؟

میں نے جواب دیا: "پشاور سے چارسدہ اور اتمان زئی ہوتا ہوا حاجی ترنگ زئی کے ہاں جاؤں گا اور انہیں انجمن خدام کعبہ کا رکن بناؤں گا۔"

اس پر وہ اور بگڑے اور کہنے لگے: ان کی مٹی مت خراب کرو وہ پہلے ہی حکومت کے زیر عتاب ہیں" اور مجھے ہدایت کی کہ میں جلد سے جلد پنجاب واپس چلا جاؤں اس کے بعد ہماری ملاقات ختم ہو گئی

مفتی صاحب سے ملاقات کے ایک روز بعد میں صاحبزادہ عبدالقیوم سے ملا۔ وہ بڑی اچھی طرح پیش آئے لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ ان کے کالج میں یہ "فساد" نہ پھیلاؤں۔ انہوں نے خود بھی انجمن کا رکن بننے سے انکار کر دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس ملاقات کا یہی انجام ہو گا لیکن اس کے باوجود میں ان سے محض اس لیے ملا کہ عام لوگوں کا یہ تاثر ہو کہ بڑی شخصیتیں بھی انجمن میں شامل ہو رہی ہیں۔

صاحبزادہ صاحب کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اسلامیہ کالج کے بہت سے طلبہ انجمن کے رکن بن چکے ہیں اور انہیں یہ بھی اطلاع مل چکی تھی کہ میں روزانہ قاضی عبدالولی خان کے ہاں جاتا ہوں جو ان کے بڑے مخالف ہیں۔

اسلامیہ ہائی اسکول اور اسلامیہ کالج کے علاوہ مشن کالج پشاور کے چند طلبہ بھی انجمن کے رکن بنے ان میں خان عطاء اللہ جان بھی تھے جو بعد میں ڈاکٹر خان صاحب کی کابینہ میں وزیر کے

عہدے پر بھی فائز ہوئے۔ ان دنوں عطاء اللہ جان ایڈورڈ مشن کالج کے سال دوم کے طالب علم تھے۔ وہ میرے بڑے اچھے دوست بن گئے۔

غرض پشاور میں انجمن کا کام کافی پھیل چکا تھا۔ اب میں نے سوچا کہ مجھے پشاور کو خیر باد کہہ کر جلد سے جلد حاجی ترنگ زئی سے ملنا چاہئے کیونکہ حاجی صاحب کے رکن بنتے ہی پورے صوبہ سرحد میں انجمن خدام کعبہ کی تحریک پھیل جائے گی چنانچہ میں خاموشی سے چارسدہ روانہ ہو گیا چارسدہ میں اپنے ایک طالب علم دوست کے ہاں قیام کیا جس کے چچا ڈپٹی کلکٹر تھے۔ یہاں بھی میں نے بعض اعلیٰ افسروں سے ملاقات کی اور انہیں انجمن کا رکن بننے کی ترغیب دی۔ اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ اگر اعلیٰ افسر انجمن کے رکن بن گئے تو پھر انکے ماتحت بھی رکن بن جائیں گے۔ لیکن افسروں نے انجمن کا نام سنتے ہی ہاتھ جوڑ دیے۔ ایک افسر کے ساتھ تو دلچسپ مکالمہ بھی ہوا۔ ان کا نام شیخ زین العابدین تھا اور یہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولس کے عہدے پر فائز تھے۔ میں جب ان سے ملا تو انہوں نے پوچھا یہاں فرنٹیئر میں کیا کر رہے ہو؟ میں نے جواب دیا: میں انجمن خدام کعبہ میں شیدائی ہوں اور لوگوں کو خدام کعبہ بنا رہا ہوں اور آپ سے بھی گذارش ہے کہ خود بھی انجمن کے رکن بنیں اور اپنے ماتحتوں کو بھی ترغیب دیں۔

شیخ صاحب نے کہا: یہ ایک سیاسی انجمن ہے اور کوئی بھی سرکاری ملازم کسی سیاسی جماعت کا رکن نہیں بن سکتا

میں نے کہا: خادم کعبہ ہونا کوئی جرم نہیں اور اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر کوئی اور ہوتا تو شاید میں اس پر اتنا زور نہ دیتا لیکن آپ تو ماشاء اللہ حافظ قرآن بھی ہیں۔

اس پر انہوں نے کہا: آپ جو روپیہ جمع کر رہے ہیں وہ ترکوں کی شراب نوشی کی نذر ہو جائے گا۔

میں نے کہا: یہ الزام بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کی جانب سے اس قسم کے پروپیگنڈے کیے جا رہے ہیں۔

آخر بڑی بحث کے بعد انہوں نے ایک روپیہ بطور فیس ان الفاظ کے ساتھ عنایت کیا کہ ایک ترک کیلئے ایک پیگ نذر کرتا ہوں۔

میں نے یہ کہہ کر ان کا روپیہ واپس کر دیا کہ ہمیں آپ کی سخاوت کی ضرورت نہیں

اس ملاقات سے میرا دل سخت مکدر ہوا اور اعلیٰ افسروں کے بارے میں یہ خیال مزید

تقویت حاصل کر گیا کہ دیسی آفیسر انگریزوں سے بھی زیادہ انگریزوں کے وفادار ہیں۔

دوسرے دن میں اتمان زئی پہنچا جہاں خان عبدالغفار خان سے ملاقات ہوئی۔ خان صاحب بڑی گرم جوشی سے ملے اور انہوں نے تجویز پیش کی کہ آج جمعہ ہے۔ اس لیے جمعہ کی نماز حاجی ترنگ زئی کے گاؤں میں ادا کی جائے۔ میں تو خود یہی چاہتا تھا کہ حاجی صاحب سے فوری ملاقات کی کوئی سبیل نکلنی چاہئے۔ چنانچہ خان عبدالغفار خان، مولوی عبدالعزیز، مولوی فضل محمود مخفی اور میں ساڑھے بارہ بجے کے قریب حاجی صاحب کے گاؤں پہنچے۔ مسجد میں آس پاس کے گاؤں سے آئے ہوئے سینکڑوں افراد کے علاوہ سوات اور مہمند قبائل کے علاقے کے آنیوالے عقیدت مند بھی موجود تھے۔ خان صاحب نے حاجی صاحب سے میرا تعارف کرایا۔ حاجی صاحب نے بڑی محبت سے پیش آئے اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ مجھ جیسا نوجوان ایک دینی تحریک میں سرگرم حصہ لے رہا ہے۔

یہاں ایک بات اور قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ شیدائی کعبہ کی وردی بھی ہوا کرتی تھی اور یہ وردی چغا نما اچکن تھی جس پر بائیں جانب "شیدائی کعبہ" لکھا ہوتا تھا۔ میں نے بھی دو اچکنیں سلوائی تھیں اور اس وقت بھی میں اچکن پہنے ہوئے تھا۔ چنانچہ سب کو پتا چل گیا کہ میں "شیدائی کعبہ" ہوں۔ نماز جمعہ کے بعد حاجی صاحب نے حاضرین سے میرا تعارف کرایا۔ لوگوں کا اصرار تھا کہ مجھے منبر پر کھڑا کیا جائے تاکہ سب لوگ مجھے دیکھ سکیں۔ جب میں منبر پر کھڑا ہوا بعض حاضرین نے اعتراض کیا کہ یہ کیسا شیدائی کعبہ ہے جو داڑھی نہیں رکھتا"۔ حاجی صاحب نے اس کا جواب دیا کہ "ابھی شیدائی نوجوان ہیں جب داڑھی نکلے گی تو ضرور رکھیں گے"۔ اعتراض کرنیوالے اس جواب مطمئن ہو گئے۔

سوات اور مہمند کے لوگوں نے مجھے اپنے اپنے علاقے میں آنے کی دعوت دی۔ حاجی صاحب اور انکے سینکڑوں مرید انجمن کے رکن بن گئے۔

یہاں سے رخصت ہو کر ہم واپس اتمان زئی آئے۔ اتمان زئی میں خان عبدالغفار خان کے والد سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان کی صحت قابل رشک تھی اور ان کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے بڑی محبت تھی۔

یہیں ہمیں اطلاع ملی کہ پہلی جنگ عظیم شروع ہو چکی ہے۔

اتمان زئی سے رخصت ہو کر میں مردان پہنچا اور پھر مردان کے نواحی دیہات کا دورہ کر کے یہاں کافی رکن بنائے۔ گڑھی کپورہ، تورو معیار اور ہوتی میں خلاف توقع بڑی کامیابی حاصل

ہوئی۔ گڑھی کپورہ میں میرے دوست خان ضابطہ خان نے میرا پورا پورا ساتھ دیا۔ رات کو جب ہم کھانا کھا رہے تھے تو میرے میزبان نے مجھ سے کہا "ایک کتا تمہارے پیچھے پیچھے یہاں آ گیا ہے" ابھی وہ یہ بات کہہ رہے تھے کہ وہ آ گیا اور ہمارے ساتھ ہی کھانا کھانے لگا۔ اس نے بتایا کہ اس کا نام عبدالرحمٰن ہے اور وہ چارسدہ اور اتمان زئی سے میرے تعاقب میں ہے۔ پھر اس نے میرا پروگرام پوچھا تو میں نے جواب دیا کہ آج تو میں یہیں ہوں کل دیکھا جائے گا۔

اب ہمیں فکر ہوئی کہ اس کم بخت سے کس طرح پیچھا چھڑایا جائے۔ خان ضابطہ خان نے مشورہ دیا کہ ہم علی الصباح چار بجے روانہ ہو جائیں۔ اس وقت وہ سویا ہوا ہوگا۔ چنانچہ ہم علی الصباح اپنے دورے پر روانہ ہو گئے۔ دو دن تک متعدد گاؤں میں رکن سازی کی اور جب تیسرے روز واپس گڑھی کپورہ پہنچے تو عبدالرحمٰن کو منتظر پایا۔

گڑھی کپورہ سے مردان واپس پہنچا تو وہاں مجھے پولس نے حکم دیا کہ میں فوراً صوبہ سرحد کی حدود سے باہر نکل جاؤں اس کیساتھ ہی میرے بھائی کو بھی دھمکی دی کہ اگر انہوں نے "شیدائی کعبہ" کو اپنے ہاں ٹھہرایا تو انہیں ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ اب میرے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا کہ میں صوبہ سرحد سے چلا جاؤں۔ اسی شام کو میں ٹرین سے سیالکوٹ روانہ ہو گیا۔ عبدالرحمان بھی میرے ساتھ ہی بیٹھا رہا اور پھر اٹک کے ریلوے اسٹیشن پر اتر گیا۔

سیالکوٹ میں مجھے آغا صفدر خان کی وساطت سے مولانا شوکت علی کا پیغام ملا کہ میں بی اے کر لوں تاکہ قومی تحریکوں میں موثر طور پر حصہ لے سکوں ـــــ چنانچہ کالج کھلا تو میں نے تھرڈ ایر میں داخلہ لے لیا۔

شیدایان کعبہ کے بارے میں بھی چند معلومات پیش خدمت ہیں۔ پورے ہندوستان میں صرف نو "شیدایان کعبہ" تھے اور جب جنگ شروع ہوئی تو آٹھ شیدائیوں نے استعفا دے دیا۔ صرف میں نے استعفا نہیں دیا۔ شیدایان کعبہ کا ماہوار وظیفہ گیارہ روپے تھا اور سفر کے دوران ٹرین کے تھرڈ کلاس اور ٹانگے وغیرہ کے کرائے بھی انجمن ہی ادا کرتی تھی۔ انجمن کی رکنیت سازی کا سالانہ چندہ ایک روپیہ تھا۔

جون ۱۹۱۴ء تک میں صرف محمد اقبال تھا پھر انجمن خدام کعبہ کی رکنیت کا شرف حاصل کرنے اور خود کو خدمت کعبہ کے لیے وقف کر دینے کی بنا پر مجھے "شیدائی کعبہ" کا اعزاز ملا اور جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ پورے ہندوستان میں یہ اعزاز صرف نو افراد کو حاصل تھا جن میں سے

آٹھ جنگ عظیم شروع ہوتے ہی انجمن سے علیحدہ ہو گئے یوں پورے ہندوستان میں یہ اعزاز صرف مجھے ہی حاصل رہا اور یہ میرے نام کا جزو بن گیا۔ چنانچہ "محمد اقبال شیدائی کعبہ" میرا پورا نام تھا۔ پھر بعد میں انگریزوں نے بوجوہ "کعبہ" کا لفظ حذف کر دیا اور میں صرف محمد اقبال شیدائی رہ گیا۔ یہ تھا میرے نام کے ساتھ "شیدائی" کی مستقل وابستگی کا پس منظر۔

سلہ اگست ۱۹۱۴ء کے رسالہ خدام الکعبہ میں مولانا شوکت علی معتمد جمعیت اصلیہ خدام کعبہ کی ایک "اطلاع" سے ان نو حضرات کے نام اور ان کے حلقہ ہائے کار کا علم بھی ہو جاتا ہے۔ ۱۔ سید تاج محمد خلف میر محمد (جمعیت عالیہ صوبہ سندھ) ۲۔ سید حاجی مظہر علیم (جمعیت عالیہ صوبہ اودھ) ۳۔ سید بشارت علی (روہیل کھنڈ) ۴۔ سید عبدالقیوم قادری (بھٹنڈہ، حصار، فیروزپور وغیرہ) ۵۔ محمد اقبال (اضلاع سرحدی، پشاور، کوہاٹ وغیرہ) ۶۔ سید جلال الدین جلالی (امرتسر، لاہور) ۷۔ سید حبیب الحسن (دہلی) ۸۔ سید منظور علی (بمبئی) ۹۔ حاجی خلیل الدین احمد (بمبئی)

ضمیمہ دوم:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

دستور العمل

انجمن خدّامِ کعبہ

ضرورتِ انجمن

(۱) چونکہ ہمیں خانۂ کعبہ کی حرمت و عزت برقرار رہنے کے بارے میں پہلے جو اطمینان حاصل تھا وہ اب باقی نہیں رہا ہے اس لیے حرمِ کعبہ کی حرمت برقرار رکھنے کے واسطے اہلِ اسلام کی ایک خاص انجمن قائم کی جاتی ہے جس کا نام "انجمن خدامِ کعبہ" ہوگا۔

اغراض و مقاصد

(۲) اس انجمن کی اصلی غرض حرم محترم کی حرمت کا برقرار رکھنا اور دنیا کے سب سے پہلے مرکزِ توحید یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے تعمیر کیے ہوئے خانۂ خدا کی ہر قسم کی خدمات بجا لانا اور اس کو غیر مسلم ہاتھوں سے محفوظ رکھنا ہے۔

(۳) اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے "انجمن خدام کعبہ" حسب ذیل تدابیر عمل میں لائے گی۔

(الف) جانثارانِ کعبہ اور حامیانِ توحید کی ایک ایسی جماعت تیار کرنا جو حرمِ محترم پر اپنی جان و مال کے قربان کرنے کو صدق دل سے آمادہ ہو

(ب) تبلیغ اسلام کو جو سچی خدمتِ کعبہ ہے باقاعدہ جاری کرنا اور اقطاعِ ارض میں جہاں ضرورت ہو اور مناسب معلوم ہو داعیانِ اسلام کو کلمۂ توحید کی اشاعت و ترقی کے لیے روانہ کرنا۔

(ج) جابجا ابتدائی اسلامی مدارس اور اسلامی یتیم خانے قائم کرنا۔

(د) بیت اللہ شریف اور مسلمانوں کے تعلقات کو بڑھانا اور خانہ کعبہ کی آمد و رفت کے ذرائع و وسائل کو روز بروز زیادہ وسیع و آسان کرنا۔

اراکینِ انجمن

(۴) کل کلمہ گو اور تمام اہلِ قبلہ مرد ہوں یا عورت اس انجمن کے رکن ہو سکتے ہیں اور وہ "خادم کعبہ" کہلائیں گے۔

(۵) ہر خادم کعبہ کو داخلے کی وقت نہایت خلوص کے ساتھ دو مسلمانوں کے روبرو الفاظ ذیل میں قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر حلف کرنا ہوگا۔

میں فلاں ابن فلاں خدا کو حاضر و ناظر جان کر تمام معاصی سے توبہ کر کے اور کلمہ شہادت أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کو پڑھ کر اور قبلہ رو کھڑے ہو کر صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ اس قبلہ (قبلہ کی طرف انگلی اٹھا کر) کی حرمت برقرار رکھنے کے لیے دلی جوش سے کوشش کروں گا اور خانۂ کعبہ پر غیر مسلم حملے کے وقت جان و مال سے دریغ نہ کروں گا اور "انجمن خدامِ کعبہ" کے احکام اور قواعد کی پوری پابندی کروں گا۔ إن شاء اللہ تعالیٰ

(۶) خدامِ کعبہ میں سے ان خدام کو جو اپنی زندگی اس انجمن کی خدمت کے لیے وقف کر دیں گے اور "شیدائیان کعبہ" کہلائیں گے۔ حسب ذیل الفاظ میں حلف کرنا ہوگا۔

"میں فلاں ابن فلاں خدا کو حاضر و ناظر جان کر قبلہ رو ہو کر حلف اٹھاتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی خدمت حرم محترم کے لیے خدام کعبہ کی نذر کر دی۔ اس وقت سے میری زندگی صرف خدمت کعبہ اور حرمت کعبہ کے برقرار رکھنے کے لیے وقف ہے اور انجمن خدامِ کعبہ کے احکام میرے لیے سب سے زیادہ ضروری اور اہم ترین فرائض ہوں گے۔ ان احکام کو بلا عذر و بلا تاخیر بجا لانے کے لیے میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ جہاں اور جس سرزمین میں مجھے بھیجا جائے گا میں فوراً بلا تاخیر روانہ ہو جاؤں گا۔ کوئی مشکل مجھے مانع نہ ہوگی۔ اس اقرار و عہد و پیمان کے ساتھ میں دوبارہ اپنے دین کی، اپنے خدا کی، اپنے رسول کی، اپنے قرآن کی اور اپنی عزت و حرمت کی قسم کھا کے "شیدائیان کعبہ" کی جماعت میں شامل ہوتا ہوں۔

(۷) جائز ہے کہ بعض حضرات ایک مقررہ زمانہ کے لیے ہی "شیدائیان کعبہ" کے گروہ میں شامل ہو کر مذکورۂ بالا حلف کے ذریعے سے "شیدائیان کعبہ" کی ذمہ داریوں کو اپنے ذمہ لیں۔

(۸) شیدائیانِ کعبہ اور ان کے اہل و عیال کے مصارف زندگی و بود و باش حسبِ ضرورت انجمن خدام کعبہ کے ذمہ ہوں گے اور اسی طرح ان کی خدمات مفوضہ کے تمام مصارف کو انجمن مذکور ادا کرے گی۔

(۹) یہی حقوق اُن شیدائیوں کو جو کسی محدود مدت کے لیے شیدائیوں کی جماعت میں شامل ہوں اس زمانے تک حاصل رہیں گے جب تک ان کا شمار "شیدائیان کعبہ" میں ہو۔

(۱۰) جملہ خدام کعبہ کے لیے لازمی ہے کہ ایک زرد ہلالی نشان جس میں سیاہ حرفوں میں "خدامِ کعبہ" کے الفاظ کڑھے ہوں گے اپنے لباس میں سینہ کے مقام پر لگائیں اور جب انجمن کے کسی جلسے میں شریک ہوں یا جس وقت انجمن کی کوئی خدمت

انعام دے رہے ہوں۔ نشان مذکورہ کو ضرور لگائے ہوئے ہوں مگر شیدائیان کعبہ کا فرض ہوگا کہ جلسوں میں ایک سبز رنگ کا لباس پہنے ہوئے نظر آئیں جس میں مذکورۂ بالا نشان کے علاوہ "شیدائیان کعبہ" کا نشان بھی ہوگا خاص جلسوں کے موقعوں پر بطور لباس کے سبز عبا ہوگی جس پر دونوں نشان لگے ہوں گے۔

نظام انجمن

(۱۱) انجمن خدام کعبہ کا سارا نظم و نسق اعلیٰ ترین انجمن خدام کعبہ کے ہاتھ میں رہے گا جو "انجمن اصلیہ خدام کعبہ" کہلائے گی اور جس کا مستقر فی الحال دہلی میں تجویز کیا گیا ہے۔

(۱۲) اس کے ماتحت ہندوستان کے ہر صوبہ، ہر اسلامی ریاست اور بیرون ہند ان ریاستوں میں جہاں انجمن اصلیہ خدام کعبہ مناسب خیال کرے اعلیٰ درجے کی انجمنیں قائم ہوں گی جو "انجمن عالیہ خدام کعبہ صوبہ......" کے لقب سے یاد کی جائیں گی۔

(۱۳) انجمن ہائے عالیہ اپنے ماتحت تمام ضلعوں میں انجمن ہائے خدام کعبہ ضلع قائم کریں گی جو "انجمن خدام کعبہ ضلع ......" کہلائیں گی۔

(۱۴) انجمن ہائے اضلاع اپنے ماتحت قصبات اور گاؤں کے حلقے بنا کر جہاں مناسب سمجھیں گی ادنیٰ انجمنیں قائم کریں گی جو "انجمن خدام کعبہ......" کے نام سے یاد کی جائیں گی اور اپنے شہر یا قصبے یا حلقے کی جانب منسوب ہوں گی۔

(۱۵) شہروں، قصبوں اور حلقوں کی انجمنیں اپنے اضلاع کی انجمنوں کے لیے خدام کعبہ میں سے وکیل منتخب کریں گی۔ جن میں معمولی خدام اور شیدائیان کعبہ دونوں کا ہونا ضروری ہوگا۔

(۱۶) ہر ضلع کی انجمن خدام کعبہ میں ۱۵ سے ۲۰ تک اراکین ہو سکیں گے۔

(۱۷) اضلاع یا مجموعۂ اضلاع کی انجمنیں ایک ایک شیدائی کا انتخاب کر کے اس کو انجمن عالیہ صوبہ میں بھیجیں گی جس کا قیام صدر مقام انجمن عالیہ میں لازمی ہوگا۔

(۱۸) یہی انجمنیں علاوہ وکیل شیدائی کے معمولی خدام میں سے ایک ایک "مشیر" کا انتخاب بھی کریں گی جس کا قیام صدر مقام میں لازمی نہ ہوگا مگر جس کا جلسوں کی شرکت کے لیے موجود ہونا ضروری ہوگا۔

(۱۹) اس انجمن عالیہ میں ۵ سے ۲۰ تک اراکین ہو سکیں گے۔

(۲۰) انجمن ہائے عالیہ صوبہ جات اپنے اپنے صوبے کا ایک وکیل "شیدائی" انتخاب کر کے انجمن اصلیہ میں بھیجیں گی جس کا قیام صدر مقام انجمن اصلیہ میں ضروری ہوگا۔

(۲۱) یہی انجمن ہائے عالیہ علاوہ شیدائی وکیل کے ایک مشیر خدام میں سے بھی انتخاب کریں گی جس کا قیام صدر مقام انجمن اصلیہ میں لازمی نہ ہوگا مگر جو جلسوں میں جا کر شریک ہو سکے گا۔

(۲۲) ان مشیروں کو جلسے میں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو دیگر شیدائی وکلاء کو حاصل ہیں۔

(۲۳) انجمن اصلیہ خدام کعبہ میں فی الحال مندرجہ ذیل صوبجات کے وکلاء ہوں گے۔

(الف) برطانوی ہندوستان میں

۱۔ مشرقی بنگال
۲۔ مغربی بنگال
۳۔ بہار و اوڑیسہ
۴۔ اودھ
۵۔ صوبہ آگرہ
۶۔ پنجاب
۷۔ صوبہ سرحدی
۸۔ سندھ
۹۔ بمبئی
۱۰۔ مدراس
۱۱۔ صوبہ متوسط و برار
۱۲۔ راجپوتانہ و وسط ہند
۱۳۔ برما

(ب) اسلامی ریاستوں میں

۱۔ حیدر آباد دکن
۲۔ بھوپال
۳۔ رام پور
۴۔ جوناگڈھ
۵۔ بہاول پور
۶۔ خیر پور سندھ
۷۔ ٹونک

(ج) دیگر ریاست ہائے ہند میں

۱۔ کشمیر
۲۔ میسور۔

(۲۴) خدام کعبہ کی تمام انجمنیں عام اس سے کہ اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ اصل ہو یا صوبہ وغیرہ سب کے ارکان کا انتخاب دو سال کے لیے ہوا کرے گا۔

(۲۵) ہر انجمن خدام کعبہ کے ارکان کا عام اس سے کہ وہ اصل ہو یا ماتحت، فرض ہوگا کہ ہر دو سالہ انتخاب کے بعد اپنے میں سے ایک رکن بطور اپنے کارکن کے منتخب کر لیا کرے جو "خادم الخدام" کے لقب سے یاد کیا جائے گا اور اس انجمن کا صدر ہوگا۔

(۲۶) ہر انجمن کے دو رکن بطور "معتمدین خادم الخدام" منتخب ہوا کریں گے جو خادم الخدام کی ماتحتی میں خدمات انجام دیں گے۔

(۲۷) انجمن ہائے اضلاع انجمن عالیہ صوبہ کے احکام کے ماتحت ہوں گی اور انجمن ہائے عالیہ انجمن اصلیہ کے احکام کے ماتحت ہوں گی۔

(۲۸) انجمن اصلیہ کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا اور اس کی پابندی ہر ایک پر فرض ہوگی۔

بیت المال یعنی سرمایۂ انجمن

(۲۹) انجمن خدام کعبہ کے ہر رکن سے، عام اس سے کہ وہ امیر ہو یا غریب خادم ہو یا شیدائی، ایک روپیہ سالانہ چندہ لیا جائے گا تاکہ اسلامی مساوات میں فرق نہ آنے پائے۔

(۳۰) اس چندہ کے ذریعے سے جو رقم فراہم ہوگی وہ تین مساوی حصوں میں تقسیم کر دی جائے گی جس کے مصارف حسب ذیل ہوں گے:-

(الف) ایک ثلث رقم اس خود مختار مسلمان حکومت کو دی جائے گی جو حرم محترم کی محافظ ہوگی، مگر اس شرط کے ساتھ، کہ وہ صرف خدمت حرم محترم کے ان کاموں میں صرف کی جائے جو اس کی حرمت و عظمت اور اس سرزمین پاک کی آزادی برقرار رکھنے سے تعلق رکھتے ہوں۔

(ب) ایک ثلث رقم امور انتظامی انجمن ہائے خدام کعبہ، تبلیغ اسلام، اسلامی ابتدائی مدارس، اسلامی یتیم خانوں اور اسی قسم کے دیگر نیک کاموں میں صرف کی جائے گی اور جہاں تک ممکن ہوگا بعد وضع ضروری اخراجات کے ہر ضلع یا صوبہ کی زیادہ رقم اسی ضلع یا صوبہ کی ضروریات میں صرف کی جائے گی۔

(ج) باقی ایک ثلث رقم محفوظ رکھی جائے گی تاکہ بوقت اشد ضرورت حفاظت حرم محترم کے کام آسکے۔ مگر اس میں سے ایک مناسب رقم ضروری مفید تجارتی کاموں میں لگائی جا سکے گی جن کا تعلق خدمت کعبہ یا دیگر دینی خدمات سے ہوگا مثلاً ایسے جہاز فراہم کرنا جو آرام اور آسانی اور کفایت کے ساتھ ارض حجاز اور دیگر عتبات عالیات میں مسلمانوں کو لے جاسکیں اور وہاں سے واپس لاسکیں۔

(۳۱) حضرات ذیل ایک سال کے واسطے اراکین انجمن اصلیہ مقرر کیے جاتے ہیں جن کو اپنی تعداد میں اضافہ کرنے کا اختیار ہے اور جن کا فرض ہوگا کہ انجمن خدام کعبہ کا کام تمام ملک میں شروع کر دیں اور اس سال کی اندر اندر مختلف انجمن ہائے اضلاع و عالیہ و اصلیہ کو قائم کرا کے مستعفی ہو جائیں۔

۱۔ مولانا مولوی عبد الباری صاحب فرنگی محل لکھنؤ۔ خادم الخدام۔ (۲) حکیم عبد الولی صاحب۔ لکھنؤ۔

(۳) ڈاکٹر ناظر الدین حسن صاحب بیرسٹر۔ لکھنؤ۔ (۴) مسٹر محمد علی صاحب اڈیٹر کامریڈ و ہمدرد۔ دہلی۔

معتمدین خادم الخدام } (۵) مسٹر مشیر حسین صاحب قدوائی۔ بیرسٹر۔ لکھنؤ۔
(۶) مسٹر شوکت علی صاحب بی اے۔ رام پور۔

ضمیمۂ سوم :

دستورالعمل : متنِ ثانی

دستورالعمل انجمن خدّام کعبہ جو پچھلے صفحات میں نقل کیا گیا ہے، روزانہ ہمدرد، دہلی کی اشاعت بابت ۱۶ر مئی ۱۹۱۳ء میں چھپا تھا۔ ہمدرد کے علاوہ یہ دستورالعمل روزانہ پیسہ اخبار، لاہور کی اشاعت بابت ۸ر جولائی ۱۹۱۳ء میں بھی شائع ہوا تھا۔ چوں کہ دستورالعمل کے دونوں متون میں نہ صرف بعض لفظی اختلافات تھے بل کہ بعض جملوں کی کمی بیشی بھی تھی اور ثانی الذکر میں تو ایک مستقل شق کا اضافہ تھا۔ ذیل میں ان اختلافات، محذوفات اور اضافات کو واضح کر دیا گیا ہے۔

ثانی الذکر میں دو ایسے واضح اختلافات ہیں جو یقیناً "ترمیم" کے ذیل میں آئیں گے۔ مثلاً:

۱۔ دستورالعمل (مطبوعہ ہمدرد۔ دہلی) کی متعدد شقوں اور دفعوں میں لفظ "حرم محترم"، یا "بیت اللہ الشریف"، یا "خانۂ خدا" استعمال ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں "مسجد نبوی" شامل نہیں۔ ثانی الذکر دستورالعمل (مطبوعہ پیسہ اخبار۔ لاہور) میں ان الفاظ کی جگہ "حرمین شریفین" بنا دیا گیا ہے۔

۲۔ انجمن خدام کعبہ۔ کا لفظ مرکز کے سوا جہاں کہیں صوبے، شہر یا قصبے وغیرہ کی تنظیم کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ثانی الذکر دستورِ العمل میں وہاں لفظ "انجمن" کے بجائے "جمعیت" استعمال ہوا ہے۔ میرا خیال ہے یہ بھی شعوری طور پر کی گئی "ترمیم" ہے۔

اب آپ یہ اختلافات، محذوفات اور اضافات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) شق ۱ میں آخری جملے کے سوا، پورے پیراگراف کی عبارت قطعی مختلف ہے۔ عبارت یہ ہے:

"چوں کہ حال کے انقلابات کی وجہ سے اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ حرمین شریفین کی حفاظت جو کہ ہمیشہ سے مسلمانوں کے ذمّے تھی، اس میں اب عامۂ اہلِ اسلام عملی طور پر حصہ لیں۔ اس لیے ایک انجمن ......"

(۲) شق ۲ میں یہ اختلافات و اضافہ ہے:

"حرم محترم کی جگہ "حرمین شریفین" ہے، "خلیل اللہ" کی جگہ "صلوٰۃ اللہ علیہ" ہے اور "خانۂ خدا" کے بعد یہ جملہ زیادہ ہے:

"۔ اور آرام گاہ حبیب کبریا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم"

بعد کے جملے میں "خانۂ خدا" کے لیے ضمیر "اُس" استعمال ہوئی تھی، "آرام گاہ حبیب کبریا رسولؐ خدا ....." کے اضافے کے بعد اُسے "اُن" سے بدل دیا گیا ہے۔

(۳) شق ۳ کی عبارت میں کئی جگہ اختلاف ہے۔

دفعہ الف کی عبارت اس طرح ہے؛

"عام اہل اسلام پر انجمن کے اغراض و مقاصد ظاہر کرنا اور ان کو شرکت کی دعوت دینا اور حرمین شریفین کی بہ صدقِ دل خدمت کرنے پر آمادہ کرنا"

دفعہ ب کی عبارت اس طرح ہے؛

"جوارِ پاک حرمین شریفین میں اسلامی اخلاق پھیلانا اور وہاں کے باشندوں کو علم دین کی طرف متوجہ کرنا، ان میں باہمی ارتباط و اتحاد بڑھانا اور خادمِ حرمینِ شریفین کی اطاعت و اعانت کی ترغیب دیتے رہنا"

دفعہ د کے آغاز میں "بیت اللہ الشریف" کی جگہ "حرمین شریفین" اور صدر میں "خانۂ کعبہ" کی جگہ "حرمین شریفین" ہے۔

(۴) شق ۴ کی عبارت میں کئی اختلافات ہیں؛

الف؛ "..... داخلے کے وقت احسن فرائض متعلقۂ حرمینِ شریفین کا جو بہ حیثیت مسلمان ہونے کے شرعاً اُس پر لازم ہیں۔ بہ الفاظ دیگر اقرار کرنا ہوگا"

ب؛ "اُس کی حرمت" کی جگہ "حرمین شریفین کی حرمت" ہے اور بعدہٗ "خانہ کعبہ" کی جگہ "حرمین شریفین" ہے۔

ج؛ "اُس کی طرف" میں "اُس" کے بعد قوسین کی عبارت (قبلہ کی طرف انگلی اٹھاکر) ثانی الذکر دستور العمل میں نہیں ہے۔

د؛ "حملے کے وقت جان و مال سے" کے بجائے "ان کی حفاظت میں امکانی مدد سے" ہے۔

(۵) شق ۶ کی ابتدائی عبارت اس طرح ہے؛

"..... وقف کرنی چاہتے ہوں اور ان کی درخواست حسبِ قواعد متعلقہ "شیدائیانِ کعبہ"، اس انجمن نے قبول کرلی ہو، دو خدام کعبہ کے روبرو حسبِ ذیل الفاظ میں

حلف اٹھانا ہوگا اور اس مضمون کی تحریر پر دستخط یا نشان ثبت کرنا ہوگا اور وہ "شیدائیانِ کعبہ" کہلائیں گے۔"

اسی شق کی ذیل میں حلف کی عبارت میں یہ اختلافات و زوائد ہیں :

الف : "حرم محترم" کی جگہ "حرمین شریفین" ہے۔

ب : "اپنی زندگی ..... کے لیے" کی جگہ "خدمت و حفاظتِ حرمینِ شریفین کے لیے" ہے

ج : انجمن کے احکام کے سلسلے میں یہ وضاحت ہے :

"تمام ایسے احکام کی پابندی جو موافق شرعِ شریف و قواعد انجمن ہوں گے، مجھ پر لازم ہو گی، ایسے احکام کو....."

د : "بہ صدق دل" کی جگہ "دل و جان سے" ہے۔

ہ : "کوئی مشکل مجھے مانع نہ ہوگی" یہ جملہ ثانی الذکر دستور العمل میں نہیں ہے۔

و : "اپنے دین کی" یہ جملہ بھی ثانی الذکر دستور العمل میں نہیں ہے۔

(۶) شق ۷ میں "ذریعے سے ...." کے بعد یہ جملہ زائد ہے :

"جس میں وقت کا تعین کر دیا جائے"۔

(۷) دستور العمل مطبوعہ پیسہ اخبار۔ لاہور میں شق ۸ کی عبارت اس طرح ہے :

"جو شیدائیانِ کعبہ" اپنے اور اپنے اہل و عیال کے مصارف زندگی و بود و باش جزواً یا کلاً ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، ان کو حسبِ ضرورت "انجمن خدام کعبہ" ایک شرحِ مقرر تک "بیت المال" سے مدد دے گی۔ اور اس امداد کے متعلق "جمعیت اصلیہ" وقتاً فوقتاً قواعد بنائے گی"۔

(۸) شق ۱۰ میں بیج کے متعلق ہدایت ہے کہ اپنے لباس میں سینے کے مقام پر لگائیں۔ دستور العمل ثانی الذکر میں یہ جملہ اس طرح ہے : "اپنے لباس پر کسی نمایاں جگہ پر لگائیں"۔

اس شق میں چند اور لفظی اختلافات بھی ہیں۔

(۹) شق ۱۱ میں "اعلیٰ ترین مجلس خدام کعبہ" کی جگہ صرف "ایک مجلس" اور "انجمن اصلیہ خدام کعبہ" کی جگہ "جمعیت اصلیہ ....." ہے۔

(۱۰) شق ۱۲ میں جملہ "اُس" کے بجائے "جمعیتِ اصلیہ" سے شروع ہوتا ہے۔ بعد ؛ "انجمن اصلیہ خدام کعبہ" کی جگہ "جمعیت اصلیہ ...." ہے۔ اور "اعلیٰ درجے کی انجمنیں" کی جگہ

"مجالس صوبہ جات" ہے۔ اس شق کا آخری جملہ اس طرح ہے: "جو جمعیتِ اصلیہ صوبہ .... کہلائیں گی۔"

(۱۱) شق ۱۳ میں بعض جملے اس طرح ہیں:

"انجمن ہائے عالیہ" کی جگہ "جمعیت ہائے عالیہ" ہے، "انجمن ہائے خدام کعبہ ضلع" کی جگہ "مجالس اضلاع" ہے اور "انجمن خدام کعبہ ضلع ...." کی جگہ "جمعیت ضلع ...." ہے۔

(۱۲) شق ۱۴ میں کئی لفظی اختلافات ہیں:

آغاز جملہ میں جمعیت ہائے اضلاع" کا لفظ ہے، "قصبات" سے پہلے "شہروں" کا لفظ بھی ہے، "گاؤں کے" کی جگہ "گاؤں میں" ہے، "مجالس" کی جگہ "ادنیٰ مجالس" استعمال ہوا ہے اور "انجمن خدام کعبہ .... کے نام سے یاد کی جائیں گی" کی جگہ "جمعیت خدام کعبہ کہلائیں گی۔" جملہ آیا ہے۔

(۱۳) شق ۱۵ کی عبارت اس طرح ہے:

"شہروں، قصبوں اور حلقوں کی جمعیتیں یا ان میں سے چند مل کر اپنے ضلع کی جمعیت کے لیے خدام کعبہ یا شیدائیوں میں سے ایک ایک رکن منتخب کریں گی۔"

(۱۴) شق ۱۶ میں "انجمن" کے بجائے "جمعیت" کا لفظ آیا ہے۔

(۱۵) شق ۱۷ کا ابتدائی حصہ اس طرح ہے:

"اضلاع کی جمعیتیں یا ان میں سے چند مل کر اپنے اپنے صوبے کی جمعیت کے لیے ایک ایک شیدائی منتخب کریں گی، جس کا قیام ....."

(۱۶) شق ۱۸ میں "انجمن" کی جگہ "جمعیتیں" آیا ہے۔

آئندہ شقوں میں بھی جہاں لفظ "انجمن" یا اس کی جمع آیا ہے، وہاں دستور العمل مطبوعہ ہمسر اخبار میں "جمعیت" یا اس کی جمع استعمال ہوا ہے۔

(۱۷) شق ۲۶ میں بھی ایک دو لفظی اختلاف ہیں اور یہ جملہ زائد ہے:

".... منتخب ہوا کریں گے جن کو انتخاب کے لیے خادم الخدام نامزد کرے گا اور جو اس کی ماتحتی ...."

(۱۸) شق ۲۹ میں "سالانہ چندہ پیشگی لیا جائے گا" ہے۔ یعنی لفظ "پیشگی" دستور ثانی الذکر

میں زیادہ ہے۔

(۱۹) شق ۳۰ کی دفعہ الف میں "حکومت" کے ساتھ "مسلمان" کا لفظ زائد ہے اور "حرم محترم" کی جگہ دونوں مرتبہ "حرمین شریفین" استعمال ہوا ہے۔

دفعہ ب میں "تبلیغ اسلام" کا مصرف بیان نہیں ہوا ہے۔

دفعہ ج میں "حرم محترم" کی جگہ "حرمین شریفین" آیا ہے۔

(۲۰) الف: دستور العمل مطبوعہ پیسہ اخبار۔ لاہور میں ایک شق (۳۱) زیادہ ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے:

(۳۱) یہ انجمن محض مذہبی ہے۔ اس کو دیگر ملکی امور سے کسی قسم کا تعلق نہ ہوگا"

ب: اور اس دستور العمل (مطبوعہ ہمدرد۔ دہلی) میں جو شق ۳۱ پر آئی ہے، وہ دستور العمل مطبوعہ پیسہ اخبار۔ لاہور میں ۳۲ پر ہے۔ اور "اراکین انجمن اصلیہ" میں یہ تین نام زیادہ ہیں:

۱۔ مولوی غلام محی الدین صاحب بی۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی وکیل، قصور

۲۔ مولوی غلام محمد فاضل ہوشیار پوری

۳۔ نواب وقار الملک صاحب بہادر، امروہہ

اس دستور العمل میں ان اختلافات، محذوفات اور اضافات کے علاوہ بعض اور اختلافات بھی ہیں، لیکن وہ محض لفظی ہیں۔ مثلاً "حرم محترم" کی جگہ "حرمین شریفین" بنایا گیا تو بعد کے جملے میں ضمیر اشارہ "اُس" کے بجائے "اُن" کا استعمال لازمی ہوگیا۔ ایسے اختلافات و محذوفات کو یہاں نظر انداز کر دیا ہے۔

چند نادر و نایاب نظمیں !

تحریک خدام کعبہ کی کامیابی کے لیے نہ صرف ارکانِ انجمن خدام کعبہ اور اس کے شیدائیوں نے اپنی تحریر و تقریر کے ذریعے حصہ لیا، بلکہ متعدد اخبارات و رسائل مثلاً ہمدرد، کامریڈ (دہلی)، الہلال (کلکتہ)، پیسہ اخبار (لاہور) وغیرہ نے حصہ لیا، متعدد شعرا نے بھی اس تحریک کو مسلمانوں میں مقبول بنانے میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے کام لیا۔ اس سلسلے میں ہمارے سامنے سید قمر الدین احمد قمرؔ سندیلوی، محمد ایوب صبؔر اور حضرت علامہ شبلی مرحوم کی منظومات ہیں۔ علامہ شبلی مرحوم کی ایک نظم "خدمت کعبہ" ہے جو کشّاف کے نام سے ۳۔ مارچ ۱۹۱۴ء کو ہمدرد کے صفحہ اول پر "نقد سخن" کے ذیل میں شائع ہوئی تھی۔

واضح رہے کہ مرحوم موقتہ واقعات و حوادث پر کشّاف اور وصّاف کے قلمی نام سے لکھتے تھے۔ ظفر الملک علوی نے "مجموعۂ کلام شبلی" (۱۹۱۸ء) میں اور علامہ سید سلیمان ندوی نے "کلیات شبلی ـــ اردو" (۱۹۲۵ء) میں نہ صرف اس امر کی وضاحت کی ہے۔ بلکہ الہلال اور دیگر رسائل میں ان ناموں سے چھپنے والی تمام نظمیں ان دونوں مجموعوں میں شامل کر لی ہیں چونکہ ہمدرد کی جلدیں علوی اور علامہ صاحبان کی دسترس میں نہیں تھیں اس لیے حضرت شبلی کی یہ تاریخی نظم ان دونوں مجموعوں میں شامل نہیں ہو سکی۔ خاکسار کے پیش نظر دونوں مجموعوں کے ۱۹۲۴ء اور ۱۹۵۴ء کے ایڈیشن ہیں۔ اس لحاظ سے بھی یہ ایک نادر و نایاب نظم ہے۔ قمرؔ سندیلوی اور صبؔر کا کلام چوں کہ شائع نہیں ہوا۔ اس لیے ان کی منظومات کی حیثیت بھی تاریخی نوادر کی ہے

ابو سلمان شاہجہاں پوری

خدمتِ کعبہ

کشّاف

خادمِ کعبہ وہ ہے، جس کو ہے پیارا اللہ
عزتِ کعبہ ہے، اللہ کی عزت گویا

ماہ ذی الحجہ میں دیکھے کوئی خلقت کا ہجوم
شوکتِ کعبہ ہے، اسلام کی شوکت گویا

جانبِ کعبہ اگر اٹھ گئی بد بیں کی نظر
تو یہ سمجھو کہ ہے دنیا میں قیامت گویا

خدمتِ کعبہ میں دیتے ہیں گرہ سے جو کچھ
دامنِ کعبہ میں ہم بھرتے ہیں دولت گویا

جس کو خدمت سے گریز اس کو ہے کعبہ سے گریز
اور گریز اس کو ہے اسلام سے نفرت گویا

دل سے جو شخص نہ ہو جانبِ کعبہ مائل
اس کے دل میں نہیں ایمان کی وقعت گویا

خدمتِ کعبہ رسولِ عربیؐ نے کی ہے
اس کی خدمت تو ہے تقلیدِ رسالت گویا

(روزانہ "ہمدرد" دہلی۔ ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء ص ۱)

انجمنِ خدّامِ کعبہ

سیّد قمر الدین قمرؔ سندیلوی

مجھ کو حیرت ہے پڑے پتھر ہیں کیسے عقل پر — کہتے ہیں "خدامِ کعبہ" کو سیاسی انجمن
کیا کہیں اِس کے سوا، آتا ہے رونا فہم پر — یہ سیاسی ہے تو پھر ہے کون دینی انجمن
مرد سے عورت تک اور بچے سے بوڑھے تک سبھی — اس کے خادم ہیں کہ ہے وہ تو سبھی کی انجمن
افسرِ اعلیٰ[۱] ہی کالج کا جو یہ کہنے لگے — وائے برحالِ زبونِ قوم و قومی انجمن
پھول ہے، خوشبو سے جسکی بس گیا تھا ہر دماغ — خار بن کر کس طرح آنکھوں میں کھٹکی انجمن
قبلۂ مقصودِ دُنیا گو علی گڑھ ہی تو ہے — کعبۂ مقصودِ عُقبیٰ ہے یہ اپنی انجمن
خدمتِ اسلام بھی ٹھہری سیاست اب تو واہ — اور سیاست ہے بغاوت پھر ہے باغی انجمن
اِس سے بہتر ہے کہ لڑکے چھوڑ دیں پڑھنا نماز — آج یہ، کل ہوگی پھر مسجد سیاسی انجمن
مرکزِ اسلام کعبہ، اُس کی خدمت ہم پہ فرض — اپنا ہے مخدوم خادم ہے جو اس کی انجمن

کچھ کہے کوئی قمرؔ اس کی نہ کچھ پروا کرو!
انجمن کے ہم ہیں خود اور ہے ہماری انجمن!

(روزانہ "ہمدرد" دہلی۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۱۴ء ص ۱)

۱ــ افسرِ اعلیٰ ... علی گڑھ کالج کے پرنسپل کی طرف ہے

شرکتِ "جمعیّتِ خدّامِ کعبہ" چاہیے

صبؔر

دینِ احمد ہے سِکھاتا اتحاد و اتفاق
اس لیے سارے مسلمانوں میں ایکا چاہیے
خانہ جنگی کا تخیّل نام کو آنے نہ پائے
طاق ہی میں باہمی جھگڑوں کو رکھنا چاہیے
جگمگاتے ہیں فلک پر جس طرح تارے تمام!
یوں ہی شکلِ انجمن ہم کو چمکنا چاہیے
معصیت کی تیرگی سے چاہیے دل پاک صاف
نورِ ایماں اور ذاتِ حق کا جلوہ چاہیے
ذلّت و خاشاک اٹّھے ہر طرف ہو روشنی
قوم کے چلنے کو ایسا صاف رستہ چاہیے
خانۂ کعبہ مقدّس مرکزِ اسلام ہے
اِس سے وابستہ ہمیشہ دل ہمارا چاہیے
اس سے بڑھ کر اور کیا ہے اِک مسلماں کے لیے
شرکتِ "جمعیّتِ خدامِ کعبہ" چاہیے
اک نئی محفل بنا کر، ارتباطِ قوم کو
شوکتِ اسلام کا سکّہ جمانا چاہیے
جو خدا کا ہو لیا سب کچھ ہے اس کے واسطے
صبؔر اک بندہ ہوں میں اور مجھ کو مولا چاہیے

(روزنامہ "ہمدرد" دہلی۔ ۵ فروری ۱۹۱۴ء ص ۱)

ضمیمہ پنجم:

چند نادر خطوط

ذیل میں تحریک خُدّام کعبہ کے سلسلے میں چند خطوط پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ ان میں پہلا خط حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نور اللہ مرقدہٗ کا ہے۔ حضرت نے انجمن خُدّام کعبہ کے تفصیلی کوائف اور دعوتِ مقاصد کے علم کے بغیر اور اس سلسلے میں ملاقات سے قبل تحریک کے بارے میں رائے دینے سے گریز فرمایا ہے۔ یہ حضرت کے کمال حزم و احتیاط کی دلیل اور حسنِ تقویٰ کا ثبوت ہے۔

۲۔ دوسرا خط امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی علیہ الرحمۃ کا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا دعوتِ خدمت کعبہ کی اہمیت کا اندازہ فرما چکے تھے اور مقاصدِ دعوت سے واقف ہو چکے تھے۔ اس لیے انھوں نے داعیِ محترم کی از خود تحسین فرمائی۔ یہ حضرت امام انقلاب کے ذوقِ سبقت بالخیرات کی دلیل اور کمال جذبۂ خدمتِ اسلام کا ثبوت ہے۔

۳۔ آخری دو خط محمد اقبال شیدائی مرحوم سیالکوٹی کے ہیں پہلے خط میں تحریک خُدّام کعبہ ہی کے سلسلے میں انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے شوق کا اظہار کیا ہے۔ دوسرا خط ترک موالات کے زمانے کا ہے اس سے لاہور کے بعض اکابر کے رویے پر روشنی پڑتی ہے۔ اقبال شیدائی نے ابتداً اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا اور اس بات کا حلف اٹھایا تھا بعد میں وہ اشتراکی خیالات اور تحریک سے متاثر ہو گئے تھے۔ اس لیے زندگی کے مقاصد کے بارے میں ان کا سابقہ رویہ بھی بدل گیا تھا۔

یہ چاروں خط حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہیں اور رسالہ نقوش لاہور (خطوط نمبر ۱۹۶۸ء) کے حوالہ و شکریہ سے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

اس سلسلے کا پانچواں اور آخری خط مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا مولانا احمد رضا خاںؒ بریلوی کے نام ہے۔ اس خط کا ایک اقتباس انجمن خدام کعبہ کی ناکامی کے اسباب میں درج کیا جا

چکا ہے۔ حضرت فرنگی محلی کا یہ ایک نہایت اہم اور تاریخی خط ہے۔ اور حضرت مولانا کے بریلوی مرحوم کی قومی اور ملی خدمات پر بہترین روشنی ڈالتا ہے۔ اس پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔ یہ تاریخی خط " العاری الداری بہفوات عبد الباری" (جلد سوم) سے لے کر اس کا عکس پیش کیا جارہا ہے۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی مراسلت کا یہ مجموعہ ۱۳۳۹ھ میں محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی نے مرتب کر کے جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی سے شائع کیا تھا۔

(۱)

مولانا محمود حسن دیوبندی (شیخ الہند)

مدرسہ اسلامیہ دیوبند۔ ۲۱ر شعبان ۱۳۳۴ھ

مخدوم و معظم محترم و مکرم عم فیضہ،

بعد سلام مسنون گزارش خدمت بابرکت ہے کہ افتخار نامہ سرمایہ عزت ہوا۔ انجمن خدام کعبہ کے انعقاد اور اس کے مقاصد کا اجمالی علم رکھتا ہوں اور اس کی نیک کوششوں کا معتقد ہوں جزاکم اللہ خیرا۔

بندہ کو یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ جناب نے اُس کے اغراض سے مطلع فرمانے کی غرض سے تکلیف بھی فرمائی تھی مگر اپنی غیر حاضری کی وجہ سے تفصیلی علم حاصل کرنے سے معذور رہا بنا بریں ضرورت ہے کہ بندہ جناب سے نیاز حاصل کر کے اوّل تفصیلی کوائف معلوم کرے اس کے بعد کوئی عرض کرے۔ مجھے امید ہے کہ ابھی جناب میری نسبت کوئی فیصلہ نہ فرما دیں گے۔ اس کے علاوہ یہاں کے مدرسہ وغیرہ کے تعلقات اور ان کے سوائے اور بھی امور پیشِ نظر ہیں جو عجیب نہیں کہ خیال شرکت کے مزاحم ہوں۔ بہر حال اوّل ملاقات ضروری ہے۔ بندہ خود حاضر ہونے یا جناب کو تکلیف سفر دینے میں جلدی کرتا مگر معذوری یہ ہے کہ چند سفر ضروری درپیش ہیں اُن سے فارغ ہونے کے بعد اس کے متعلق عرض کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ والسلام

بندہ محمود

دیوبند دو شنبہ

(۲)

مولانا عبید اللہ سندھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد از عبید اللہ عفا عنہٗ بگرامی خدمت مخدومی مولانا عبدالباری مُظلہٗ

بعد از سلام مسنون آنکہ ۔ آپ کی جماعت نے تمام مسلمانوں کی طرف سے فرض ادا کیا جزاکم اللہ احسن الجزا امید ہے کہ آپ ــــــــــ اپنی دعوت صالحہ میں ہمیں بھی شریک رکھیں گے ۔ انی احبکم فی اللہ ۔ والسلام

دارالعلوم، دیوبند

۲۰ صفر، ۲۹ جنوری

(۳)

اقبال شیدائی

۲۷ فروری ۱۹۱۹ء کانپور

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت قبلہ و کعبہ!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہٗ ۔ میں بخیریت کانپور کل پہنچ گیا تھا او۔ اپنے ایک دوست کے پاس ٹھہرا ہوں، کل یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور الہ آباد میں حضرت مسٹر شوکت علی خاں صاحب قبلہ کا انتظار کروں گا۔ اور ان کے ہمراہ جبل پور تک جاؤں گا۔ وہاں ایک آدھ دن ٹھہر کر پھر میں بھی چھنڈ واڑہ چلا جاؤں گا۔ امید ہے کہ آنحضرت میرے لیے دعائیں فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقلال، ہمت، جوش، نہ ڈرنے والا دل اور ایمان دے تاکہ خدا کی راہ میں میں اپنی ناچیز جان دے دوں ۔ میں نے آنحضرت کے اس اخلاق حسن کا اور اس محبت و شفقت کا جو آنحضرت نے اس عاجز پر فرمائی، کسی طرح شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ اور اب مجھے پوری امید ہو گئی ہے کہ میری مدد کے واسطے آنحضرت جیسے گرامی قدر بزرگ موجود ہیں جو مجھے کسی

حال میں اکیلا نہ چھوڑیں گے اور ہر وقت مجھے بہترین دعاؤں میں یاد فرمایا کریں گے۔

میں نے اپنا ارادہ صاحب حضور والا کی خدمت میں بیان کر دیا تھا اور حضور والا نے جو مفید نصائح فرمائے ان کا بھی تہ دل سے ممنون ہوں امید ہے کہ حضور والا میرے لیے جلد کوئی ایسا کام تجویز فرمائیں گے جو مفید ہو اور جس سے میں خدمتِ اسلام کر سکوں، ہگاں سے پشاور تک کا علاقہ میرے لئے اگرچہ بہت زیادہ ہے مگر میں خدا سے مدد مانگتا ہوں کہ جو عظیم الشان کام میرے سپرد کیا جائے اس میں پورا اتروں اور ہر مصیبت میں صبر و استقلال عنایت فرمائے۔ میں جانتا ہوں کہ میں محض ایک ناچیز ہستی ہوں اور میرے کیے سے کچھ نہیں ہو سکتا مگر پھر بھی مجھے کام کرنا چاہیے۔ شاید کچھ سعید روحیں نکل آئیں جو شمع اسلام پر قربان ہو جائیں۔ اور میرا ایمان ہے کہ جو کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے اس میں ضرور برکت ہوتی ہے اور تھوڑا ایسا تجربہ مجھے ہو چکا ہے میں یہ نہیں عرض کر سکتا کہ حضور والا سے مل کر میرا دل کس قدر مضبوط اور پر از امید ہو گیا ہے انشاء اللہ حضور پر نور مجھے ہمیشہ ایک سچا جان نثار اور خدائے تعالیٰ کی راہ میں جان سے گزر جانے والا پائیں گے امید ہے کہ حضور انور بہت جلد کسی ایسے سوداگر سے یا کسی بڑے آدمی سے مشورہ کر کے مجھے اطلاع بخشیں گے یہ بھی اس لیے کہ حضور نے فرمایا تھا کہ والدین کی خدمت بھی مقدم ہے اور خاص کر والدہ کی ورنہ حضور کی خدمت میں میں نے اپنا ارادۂ ہجرت تو ظاہر کر ہی دیا تھا حضور اب بھی فرمائیں تو میں اپنے تمام دنیاوی علائق بیک چشم زدن چھوڑنے کے واسطے تیار ہوں۔ اگر میرے خط کے ملنے کے بعد جناب مولانا شوکت علی خاں صاحب قبلہ ملیں تو ان سے بھی مشورہ فرمالیں ورنہ جو جناب کا حکم صادر ہو گا بندہ حاضر ہے جناب مجھے اس پتے پر خط تحریر فرما سکتے ہیں:

محمد اقبال شیدائی بی اے

معرفت پوسٹ ماسٹر جھنڈ واڑہ، سنٹرل پراونس

مولانا مولوی صبغۃ اللہ صاحب اور دیگر بزرگان کی خدمت میں مؤدبانہ سلام قبول ہو

والسلام

حضور کا ادنیٰ خادم

اقبال شیدائی

(۴)

حضرت قبلہ و کعبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘۔ پرسوں ایک خط لکھ چکا ہوں، جلسہ بہت زور سے ہوا اور ہڑتال کا ریزولیشن پاس ہو گیا۔ مگر ہندو کہتے ہیں کہ وہ انگریزوں سے تعلقات قطع کرنے کے ریزولیشن میں شریک نہیں ہو سکتے، میاں فضل حسین اور ڈاکٹر اقبال بھی گریز کرتے ہیں اب یہ اصلاح ٹھہری ہے کہ ہڑتال ہو مگر کوئی پبلک جلسہ نہ کیا جائے۔ ڈپٹی کمشنر نے کہلا بھیجا ہے کہ اگر جلوس ٹھنڈی سڑک وغیرہ کی طرف جدھر انگریز آبادی ہے نکلا تو گولی چلانے کی نوبت آجائے گی۔ اسلامیہ کالج والوں کو بہت دھمکایا جا رہا ہے۔ پروفیسر عبدالقادر صاحب کہتے ہیں کہ ان کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ یا استعفا واپس لیں یا یونیورسٹی کو چھوڑ دیں۔ گذشتہ رات مجھے ملے تو میں نے پوچھا کہ کیا فیصلہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں جناب کی خدمت میں لکھوں کہ "اگر" کا لفظ استعفا میں بڑھا دیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں یعنی اگر ہماری شرع اسلام کے موافق فیصلہ خلافت کا نہ ہوا تو ہمارا استعفا سمجھا جائے اب جناب بواپسی ڈاک مطلع فرمائیں کہ کیا کیا جائے اگر حضور میرٹھ تشریف لے جائیں تو برادر محترم مولانا شوکت علی خاں صاحب اور حضرت مولانا آزاد صاحب سے مشورہ لے لیں اور اگر مناسب خیال فرمائیں تو سب حضرات کو ہمراہ لائیں تاکہ مسلمانوں کے دل بڑھیں۔ یہاں کے لیڈر تو دنیا کے بندے ہیں۔ تمام بزرگوں کو سلام عرض ہے۔ میں تو خدا کے فضل سے اپنا کام کر رہا ہوں۔ والسلام

خادم شیدائیؔ

(۵)

مولانا عبدالباری فرنگی محلی

خط دوازدہم مولوی عبدالباری صاحب

فرنگی محل لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مورخہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ حامداً و مصلیاً و مسلماً

مولنا و بالفضل اولنا - والسلام علیہ - آپکی تحریر موصول ہوئی مجھے افسوس ہے کہ میں نے اب تک جو آپکی طرف سے حسن ظن رکھا تھا وہ اب نہیں رہا آپ کو دیانتدار مگر متشدد سمجھتا تھا مگر آپ نے ایک واقعہ کی دیدہ و دانستہ اس طرح سے صاف تکذیب کی ہے جو سراسر غلط ہے دنیا آپکو کچھ کہے لیکن جو اُس وقت موجود تھے وہ اب کسی طرح آپ کی دیانت کے قائل نہیں ہو سکتے آپکو یاد ہوگا اور ضرور یاد ہوگا اس وجہ سے کہ میں نے ایسا دنداں شکن جواب دیا تھا کہ آپ دم بخود گھر میں گھس گئے اور اُس کے بعد ایک تحریر ارسال فرمائی جس کے جواب میں میں نے کہا کہ ڈاک کے ذریعہ سے خط و کتابت ہوتی ہے یہاں خود مکالمہ کا موقعہ ہے آپ باہر آیئے اور جواب لیجیے باہر آئے تو معذرت کرتے ہوئے خیر میں نے وہ بر سبیل تذکرہ یاد دلایا تھا اور آپ کی تہذیب کی مثال پیش کی تھی لیکن اُس کی وجہ سے جناب کے پوشیدہ وصف پر مجھے وقوف ہو گیا خوب ہوا اب جناب پر اعتماد کرنے والا وہی کوئی ہوگا جو آپ کے کمالات معنوی سے غافل ہو - اس وقت مجھپر آپ کی قابلیت بھی ظاہر ہوگئی آپ کے ایرادات قاہرہ و اعتراضات باہرہ ایسے نہیں جن کی طرف توجہ کی جائے مگر بس یہ آپ سے دریافت کرونگا کہ ان الفاظ کو آپنے اپنی ہوشمندی سے مسخر سمجھا ہے یا کسی نے

تنبیہ کیا ہے۔ آپ نے جو چال چلی ہے اُس میں میں پھنس نہیں سکتا ہوں آپ
چاہتے ہیں کہ میں آپ سے اُلجھوں اور حکومت شیطانیہ کی خدمت آپ انجام
دے کے مستحق اعزاز ہوں تو بحمد اللہ ایسا نہ ہوگا آپ ہی اُلجھے رہیں گے اور شر سے
آپ کے دوسرے محفوظ رہیں گے۔ آپ جس قدر چاہیے اعداد بڑھائیے جبتک
مفصل یہ نہ فرمائیے گا کہ تم نے یہ کیا اور یہ تمہارے اکابر سے کسی نے نہیں کیا
اُس وقت تک میں آپ کے مہملات کا جواب نہ دوں گا۔ جناب نے ایک
خاصی تعداد بہتان کی باندھ رکھی ہے کہ میں نے یہ کیا یہ کیا اُس کی قلعی
کُھلے گی آپ بہت سے امور کو ثابت ہی نہیں کر پائیں گے کہ وہ مجھ سے
سرزد ہوئے۔ مجھے خود اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے کہ میں لکھوں
کہ فلاں بات میں نے کی یا نہیں کی میں اپنا پیشوا اپنے اکابر کو سمجھتا ہوں
اس کی تصریح کی بھی ضرورت نہیں یہ تو میرا اور میرے مالک کا معاملہ ہے
آپ نے جو مطالبہ مجھ سے دستخط کرنے کا کیا ہے اُس کے اوپر عمل نہیں کیا
جا سکتا ہے جبتک میری تحریر سابق کے موافق نمبروار آپ یہ نہ بتائیں کہ
فلاں کام تم نے کیا ہے اور وہ اس قابل ہے کہ تمہاری توبہ کے اندر داخل
ہے اُس وقت تک نہ میں آپ کے مطالبہ کو پورا کرنے کا ذمہ دار ہوں نہ
اُس تحریر کے اوپر جو امور موقوف ہیں اُن کی طرف التفات کرنا عقلمندی ہے۔
میں نے احباب کے خلاف طبع جو ایثار نفس سے کام لے کے اسم گرامی و نام نامی
کو توبہ نامہ میں درج کر لیا اُس کے عوض میں خوب خوب انعامات ہوئے ہیں
ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں آپ کی دیانت کا حال تو اس سے کُھلتا ہے
کہ امر اول کے متعلق پہلے ہی تحریر میں داخل توبہ کرنے کا اظہار کر دیا تھا لہٰذا امر
ثانی کے بارہ میں بالفاظ مناسب داخل توبہ کرنے کو تیار تھا مگر جناب نے

انھیں دونوں امروں میں اپنے کاغذ کو سیاہ کیا ہے عقلمند سمجھتا ہے کہ آماس شئے دیگر و فربہی شئے دیگر آپ لوگوں کو اگر واقعی کسی شخص کا راہ راست پر لانا منظور ہوتا تو جس امر سے وہ تائب ہو چکا اُس کو تو بحث میں نہ لاتے محمد میاں مارہروی سے دریافت کیجیے کہ آخر میں میں نے مہر کر کے سادہ کاغذ بھیج دیا تھا کہ اگر آپ کے نزدیک میرے مضامین سے ترویج کفر ہوئی ہے تو آپ میری طرف سے جو چاہیے شائع کر دیجیے وہ میرا ہی لکھا ہو گا اس سے زائد میں آپ لوگوں کے خوش کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں کر سکتا تھا اب یہ توبہ نامہ کی اشاعت مزید روشنی آپ لوگوں کی روش پر ڈالتی ہے میں نے اپنے اکابر کے معاملہ کو درمیان میں اس وجہ سے پیش کر دیا ہے کہ عوام الناس کو معلوم ہو جائے کہ جناب نے فتاووں تحریروں کے ذریعہ سے جو کچھ گلفشانی کی ہے اور جس پر تجدد دین کا دارمدار سمجھا ہے وہ اسلاف سے بعید ہے غالباً مجدد اول حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وصف میں آپ کے شریک نہیں ہیں۔ آخر میں عرض ہے کہ آپ جس قدر چاہیے اعداد بڑھائیے میں ایک ایک امر کو گنواؤں گا تاکہ آپ کی دیانت کا پتہ چلے اور آپ کی موشگافیاں عالم آشکارا ہوں۔ آپ بہت تیزی نہ فرمائیے یہ آخری تحریر ہے جس میں صاف صاف عرض کیا جاتا ہے کہ اس وقت تک بہت ادب کیا گیا اور آپکا وقار قائم رکھا گیا مگر جناب نے اُس کی قدر نہ کی بلکہ اُس کو ضعف پر محمول کیا مگر آیندہ انشاء اللہ العزیز ایسا نہ ہو گا۔ جناب مطالبات کو اپنے اپنے ہی گھر میں رکھیے مجھے جو کچھ مناسب معلوم ہوا اُس طرح میں نے توبہ کی ہے جناب خود پہلے مجھے تشفی بخش جواب عطا فرما دیں اس کے بعد

جیسا ہوگا وہ دیکھا جائیگا جناب کو خدا اور رسول کے واسطے و قسم دینے سے کیا مطلب ہے جناب خود ہی جو چاہتے ہیں اپنے نزدیک کر سکتے ہیں رب اعلم سب سے اعلےٰ مگر میری مخلصانہ گزارش سُن لیجیے اور یاد رکھیے کہ جناب کو خود کسی سے توبہ کا مطالبہ نہیں پہنچتا ہے جناب کی معاذ اللہ شان نہیں ہے غافر الذنب و قابل التوب جناب خود اپنے گریبان میں سر ڈالیے اور اپنے معاصی عدیدہ شدیدہ سے توبہ کیجیے جن کا ذخیرہ جناب کو ابد الآباد تک کام آنے والا ہے اگر جناب اپنے معاصی پر نظر فرمائیں تو جس قدر انفاس عزیزہ باقی ہیں ہرگز اُن کے لیے کافی نہیں اُن ذخائر سے صرف دو ذخیروں کا ذکر ہوتا ہے ملاحظہ فرمایئے اور بہتر یہ ہے کہ خدارا مجھ پر رحم فرماکر ان امور سے جلد تر توبہ کیجیے جو وعیدیں میری شان میں تحریر ہوئی ہیں اُن کو پھر غور سے دیکھ لیجیے آپ کو مومن آل فرعون کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ و ان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم الآیہ واللہ الهادی۔ ذخیرۂ اولیٰ۔ آپ نے جمعیۃ خدام کعبہ کی شرکت کی تکفیر کی اُس کی مخالفت کی اُس کو باطل جہاد کہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (۱) حرم محترم کی بے عزتی ہوئی (۲) مدینہ طیبہ کی بے حرمتی ہوئی (۳) قرآن عثمانی چھن گیا (۴) جزیرۃ العرب پر کفار کا قبضہ ہو گیا (۵) بغداد میں شرابوں کی دکانیں کھل گئیں (۶) بصرہ میں بت خانہ بن گیا (۷) شہر بیت المقدس پر صلیب منصب ہوئی (۸) شام پر کفار قابض ہو گئے۔ (۹) قسطنطنیہ نرغۂ اعدا میں ہے (۱۰) خلیفۃ المسلمین قید ہو گئے۔ حرم کے ہر ذرہ ذرہ کی بے حرمتی کا عصیان آپ کے سر پر ہے قرآن شریف مذکور کی ایک ایک آیت بلکہ ہر ہر لفظ بلکہ تمام حروف کے ساتھ جو بے ادبی

ہوئی ہے اس کا اشارہ آپ کی کمر پر ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
کا قطرۂ خون سے آپ کا دامن آلودہ ہے جبکہ جزیرۃ العرب کا آپکی
گردن میں طوق ہو تو کیا تعجب نہیں بغداد کی سرکار آپکی شاکی ہوں۔
شہدائے کربلا آپ کے فریادی ہوں امیر نجف آپ کے افعال پر نفرت
کریں تو بجا ہے بصرہ کی رابعہ رضی اللہ عنہا اور امام بصری اور حواری
رسول اللہ آپ کے نصاریٰ کی موالات سے بیزار ہوں تو حق ہے یہ صلیب
جہاں جہاں لہرا رہی ہے سب آپ کے دامانِ بے غیرتی کی حرماں نصیبی
کا پرچم ہے ارواح صحابہ آپ کے سکوت سے متحیر ہیں دارالخلافت
آپ سے شرمندۂ احسان نہیں ہے خلیفہ ایسے یزیدوں سے نالاں
نہ ہو تو کیا کرے جتنے مسلمان شہید ہوئے جتنے بچے ذبح ہوئے جتنے
مسلمات بے حرمت ہوئیں جتنے مشائخ مصائب میں پڑے جس قدر
مال لٹا جتنے مکانات مسلمانوں کے ویران ہوئے اُن سب کا وبال
آپ ایسے حضرات پر ہے انگریزوں کی ہمت آپ لوگوں کی وجہ سے
ہوئی مسلمانوں کو مسلم سے لڑنے کی جرأت آپ کے افعال نے دلائی ان
سب کا شمار عنقریب مفصل انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں عرض کروں گا۔
لاکھوں کی تعداد بلکہ کروڑوں کی تعداد کا ذخیرہ تو اس تودۂ معصیت میں
ہے ذخیرہ ثانی آپ کی خود اقراری بے حرمتی مسجد کانپور کی جس سے ہر روز
اگر ایک جنب ایک حائضہ ایک حامل نجاست ایک عیسائی ایک مشرک
ایک جانور نکلے تو آج تک کہ ۲۰ ذیقعدہ یوم پنجشنبہ سنہ ۱۳۳۹ھ ہے
اُس دن سے جبکہ وہ حضور ویسرائے بالقابہ کے سامنے پیش ہوا اور سرفراز
سر لاٹوش صاحب بالقابہ علیہ اعلیٰ کی ہمت بازچشم نے کچھ اشارہ کر دیا

اور پھر صداے برنخاست اُس کو اقلاً سمجھے تو چودہ ہزار معصیتیں ہوتی ہیں اور اگر ہر روز اس سے زائد آیند و روند کا شمار کیا جاوے تو بلاشبہ زائد ہے تو آپ خود ہی حساب کیجیے کہ اُس ذخیرہ میں کتنے لاکھ معاصی کا انبار ہوتا ہے۔ للہ للہ آپ جلد تر ان معاصی سے توبہ کیجیے ورنہ اپنی گردن اپنی جیب ندامت میں ڈالیے اور کسی سے مطالبہ توبہ نہ فرمائیے اُس کو اللہ پر چھوڑیئے یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے محض آپکی خیر خواہی سے ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ فقیر محمد قیام الدین عبد الباری عفا اللہ عنہ

بقلم شاہ علی عفا اللہ عنہ

مولانا آزاد صدی

مولانا ابوالکلام آزاد (شخصی مطالعہ): از ڈاکٹر شیر بہادر خان پنّی۔ فاضل مصنف مولانا آزاد کے عقیدت مند بھی ہیں اور ان کے علوم و معارف پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ مصنف نے اس مختصر تصنیف میں مولانا آزاد کی شخصیت، سیرت، افکار اور خدمات کے بارے میں اپنا مطالعہ اور تاثرات پیش کیے ہیں۔ نہایت اخلاص کے ساتھ، دل کی بات دل تک پہنچانے کی کامیاب سعی۔ صفحات: ۱۱۲، قیمت: ۲۰ روپے

اردو کا ادیبِ اعظم: مولانا ابوالکلام آزاد سے متعلق مولانا عبدالماجد دریابادی کے مضامین، تقاریر، شذرات، تبصرے اور دونوں بزرگوں کے مابین مراسلت کا یہ مجموعہ، مطالعہ آزاد کی ایک اہم کڑی ہے۔ مولانا دریابادی کے خاص اسلوبِ نگارش میں یہ دلآویز تذکرہ ''ابوالکلامیات'' میں ہمیشہ یاد رہے گا۔ صفحات: ۱۶۰، قیمت: ۲۵ روپے۔

خطوطِ ماجدی: مولانا عبدالماجد دریابادی کے علمی، ادبی، لسانی اور نجی حالات میں تقریباً تین سو خطوط اور مختلف مشاہیرِ علم و ادب کے بارے میں تیس پیغامات کا مجموعہ۔ مولانا دریابادی کی زندگی اور ان کے عہد کی علمی، ادبی تحریکات و شخصیات کے مطالعے کا ایک اہم ماخذ۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کے قلم سے مکتوب نگار کے سوانحِ حیات، شخصیت، سیرت، علمی، ادبی، صحافتی اور دینی خدمات، ان کے اسلوبِ تحریر و نگارش کے خصائص پر سیر حاصل بحث کا جامع مقدمہ۔ صفحات: ۲۷۲ قیمت: ۵۰ روپے۔

ابوالکلام آزاد: مولانا آزاد پر چھپنے والا پہلا مجموعۂ مضامین جو پہلے ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا تھا۔ اِسے مولانا آزاد کے ایک صاحبِ ذوق معتقد عبداللہ بٹ مرحوم نے مرتب کیا تھا، ایک عرصے سے نایاب تھا۔ اب آزاد صدی ایڈیشن، مرتب مرحوم کے حالات، علمی خدمات، اور حضرت مولانا سے ان کے تعلقِ عقیدت و نیاز کے تذکرے اور مرحوم کے نام مولانا آزاد کے خطوط کے اضافے کے ساتھ۔ پہلے سے بہت زیادہ اہم۔ صفحات: ۱۵۲، قیمت: ۲۵ روپے

امام الہند مولانا آزاد: از مولانا امداد صابری۔ مولانا آزاد پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابوں میں مولانا کی شخصیت، سیرت و افکار اور خدمات کے تمام پہلوؤں پر حاوی تصنیف، بیانات کی صحت، تحقیق کے معیار اور مطالب و مباحث کی جامعیت کے لحاظ سے سب سے بلند درجہ کتاب اور مولانا آزاد کی ہمہ جہت شخصیت، ان کے خصائص فکر، کمالِ اخلاق و تہذیب، محاسنِ سیرت اور ان کے علمی و عملی کارناموں کے تعارف میں اپنی مثال آپ۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کے قلم سے فاضل مصنف کے حالات اور علمی خدمات کے تذکرے کے علاوہ ان کے وطنِ آبائی کے حوالے سے ''دہلی مرحوم'' کی علمی، تہذیبی اور ثقافتی مرکزیت پر دلاویز مقدمہ۔ اپنے مطالب کی دل نشینی اور حسنِ انشا کے لحاظ سے خاصے کی چیز۔ صفحات: ۳۰۴، قیمت: ۵۵ روپے۔

ابوالکلام آزاد — ایک مطالعہ: مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت اور ان کی علمی و عملی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر پاکستان اور ہندوستان کے مشہور اہل علم اور اصحاب قلم کے مطالعات اور مشاہدات کا حاصل، فضائل و کمالات کا حیرت نگار شات کا بہترین مجموعہ اور حسنِ انشاء کا حسین مرقع۔ عمدہ کتابت، آفسٹ کاغذ، رنگین سرورق، صفحات: ۲۲۸، قیمت: ۵ روپے (مجلد)

مولانا ابوالکلام آزاد (شخصیت، سیرت اور کارنامے): مولانا سعید احمد اکبر آبادی، مولانا آزاد کے مخلصین میں سے تھے انھوں نے مولانا آزاد کی علمی و دینی خدمات پر مقالہ لکھا، مولانا کے انتقال پر اور اس کے بعد متعدد بار مختلف مسائل کے حوالے سے مولانا کے افکار و سیرت پر اظہارِ خیال فرمایا، مولانا آزاد کی کتابوں اور ان سے متعلق کتابوں پر تبصرے تحریر فرمائے، اور ایک نہایت مفصل خطاب میں مولانا آزاد کی شخصیت، افکار، سیرت اور علم و عمل کے مختلف میدانوں میں ان کی خدمات کا جائزہ لیا۔ یہ تالیف انھی تمام تحریرات و ارشادات کا دلاویز مجموعہ ہے۔ صفحات: ۲۲۸، قیمت: ۲۵ روپے (مجلد)

ابوالکلام و عبدالماجد (ادبی معرکہ): از ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری۔
الہلال کی ایک ادبی، لسانی بحث کی مفصل روداد، تمام اجزاء بحث کی تدوین، لغات و اصطلاحات کے اہم مباحث کی جامع تالیف۔ صفحات: ۱۴۴ قیمت: ۳۰ روپے (مجلد)

اُردو کی ترقی میں مولانا ابوالکلام کا حصہ: از ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری۔ مولانا آزاد اردو کے بے مثل ادیب اور انشاء پرداز تھے اور زبان کی علمی ترقی اور فروغ عام کے سلسلے میں بھی ان کے سامنے متعدد علمی و عملی منصوبے تھے۔ انھوں نے اردو کی ترقی میں بے مثال خدمات انجام دی ہیں۔ یہ کتاب مولانا رح کے اسالیب بیان کے مختصر تعارف اور لسانی خدمات کے پہلو پر پہلی اور جامع تصنیف ہے۔ صفحات:
قیمت: ۳۰ روپے

انجمن خدامِ کعبہ (تاریخ قیام اور مقاصد و خدمات): از ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری۔ بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں مسلمانانِ پاک و ہند کی پہلی اسلامی انقلابی تحریک کی تاریخ، مقاصدِ قیام اور خدمات پر ایک مورخانہ نظر۔ مسلمانوں کے ایثار کا ایک باب اور عبرت و موعظت کا متاثر کن منظر۔ صفحات: ۱۱۴
قیمت: ۳۰ روپے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اور ان کے معاصرین: مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری۔ مولانا آزاد کے ان کے معاصرین سے تعلقات و روابط کی ایک دلفریب داستان اور افکار و سیرت کے خصائص کا دل چسپ مرقع اور وقت کے اہم ادیبوں کے افکار و مطالعہ کا حاصل۔ بزرگوں میں غالب، سرسید اور شبلی، دوستوں میں علامہ اقبال، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا انور کاشمیری، سر عبدالقادر، علامہ سید سلیمان ندوی، بابائے اردو مولوی عبدالحق، علامہ وحشت کلکتوی، پنڈت جواہر لال نہرو اور خردوں میں مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی اور آغا شورش کاشمیری کے تعلق سے مولانا آزاد کے فکر و سیرت اور علم و تہذیب کا ایک فکر انگیز مطالعہ۔ صفحات: ۳۱۲۔ قیمت: ۶۰ روپے۔